آں کتاب زندہ

نام مؤلف:
غلام مصطفیٰ مجددی
ایم۔اے

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

سلسلہ کتب ۱۹۷

کتاب: .... "آں کتاب زندہ"

مولف: .... غلام مصطفٰی مجددی ایم۔اے

تعداد: ۱۱۰۰

ہدیہ: ....

سال اشاعت: ...... ستمبر 2002ء

کمپوزنگ: .... لاثانی بک سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ

کمپوزر: .... محمد اکرام

مطبع: .... احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون: 7357159

ناشر: .... رضا اکیڈمی لاہور

ہدیہ: .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی لاہور

نوٹ

بیرون جات کے حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر
طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون: 7650440

انتساب

☆

☆

قرآن پاک

کی لاہوتی

صداؤں

کے نام

☆

نوع انسان را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمین

☆

آئینہ کتاب
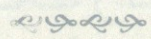
بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب زندہ

کتاب زندہ قرآن حکیم، رب حی وقیوم کی آخری کتاب ہے جو اس نے کمال رحمت سے اپنے رسول اعظم نبی آخر ﷺ کے قلب منیر پر نازل فرمائی۔ تاریخ اسلام میں عروج وزوال کے ہزار لمحات رونما ہوئے، زمانے کے چنگیزوں نے دین ہدایت کے اس نصاب کو قصہ پارنیہ بنانے کیلئے اپنی ہلاکتوں کے طوفان برپا کیے۔ لیکن اس کتاب، سرچشمہ صواب کے ایک حرف کو بھی تبدیل نہ کر سکے، یہی وہ کتاب ہے جس کے انقلاب آفرین اسلوب نے علم کے سوتے بہائے،۔۔۔ عرفان کے خزانے لٹائے ۔۔۔ یقین کی دولت تقسیم کی، حکمت کے دریا رواں کیئے۔ کہ آج دنیا اس کی تجلیوں سے فیضیاب ہو کر حقیقتوں کا ایک جہان آباد کر رہی ہے، سائنس ہو یا فلسفہ، سیاست ہو یا معیشت، طرز جہانبانی ہو یا آداب زندگانی، شاہی جبروت ہو یا فقری لاہوت، قرآن ہر جگہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اسکی نکتہ آفرینوں اور گرہ کشائیوں میں غزالی کی عمر کٹ گئی، رازی رخت سفر باندھ گئے، رومی نے بساط روح کو لپیٹا، فارابی دم توڑ گئے، اس ازلی وابدی کلام کی تشریح کا سلسلہ نت نئی منزلوں سے گزر رہا ہے، قیامت کی صبح نمودار ہو جائے گی۔ لیکن اس متاع راز کے خزانے باقی رہیں گے، اس کے ہر حرف کے سات پردے ہیں، جس پر چار بھی کھل جائیں وہ مقام غوثیت پر فائز ہو جاتا ہے، باقی پردوں کے اسرار کو کون جان

سکتا ہے، اے تہذیب وتمدن کے پرستارو! آؤ، قرآن ہی تہذیب ساز ہے، قرآن ہی تمدن افروز ہے، عرب کے وحشی ساربان اس کو ہی پڑھ کر دنیا کے حکمران بنے ہیں۔ آخر بھی قرآن ہی کائنات کا مشکل کشا ہے۔ یہی نوع انسان کو آخری اور حتمی پیغام کی نوید سنا رہا ہے زیر نظر کتاب ''کتاب زندہ'' قرآن فہمی کا ایک باب ہے جو قرآن پاک سے متعلق کی چند تحریروں کا مجموعہ ہے، آیئے اس کتاب کے آئینے میں قرآن کی پاک، روشن اور خوشبوبار تعلیم کا مشاہدہ کریں، قرآن پاک کی آواز سے گوش حق نیوش کو چاشنیوں سے لبریز کریں۔ موجودہ زمانے میں امت مسلمہ کے انحطاط کا بڑا سبب قرآن پاک سے ناآشنائی ہے اس ''کتاب زندہ'' سے لاتعلقی ہے، قرآن پاک کو قسمیں اٹھانے کیلئے اور طاقوں میں سجانے کیلئے رکھا ہے۔ آہ پردیسی بیٹے کا خط آجائے تو والدین اسے سننے کیلئے اہل علم کو تلاش کرتے ہیں، جب تک اس کا ایک ایک حرف اپنے کانوں سے سن نہ لیں اور بار بار ایک ایک سطر کا مفہوم سمجھ نہ لیں ان کو سکون نصیب نہیں ہوتا، قرآن، ہدایت ربانی کا خط ہے اسے سننے، پڑھنے اور سمجھنے کیلئے ہم کیوں بے تاب نہیں ہوتے۔ یہ کتاب اس تحریک کیلئے مہمیز ثابت ہوگی۔

میں بلبل نالاں ہوں اس اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

☆☆☆☆

قرآن حکیم.........ارباب فکر کے فیصلے
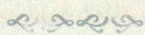
بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆

قرآن حکیم، معارف کا لامتناہی سمندر ہے، جس کی موجیں فکر ونظر کو سیراب کر رہی ہیں جس انسان نے اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیضان الوہی حاصل کیا وہ بے اختیار اس کی مدحت سرائی کیلئے لب کشا ہو گیا، آئیے چند ارباب فکر کے تاثرات کا مطالعہ کرتے ہیں تا کہ ہم جیسے کم نظروں کو بھی اس کی عظمت ومنزلت کا احساس ہو جائے۔

اپنوں کے فیصلے

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں "اگر میں چاہوں تو فاتحہ کی تفسیر ستر اونٹ کے بوجھ اٹھانے کے برابر لکھ دوں۔ (الاتقان)

☆......حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "ہر چیز قرآن میں ہے، اگر کوئی چیز قرآن سے فوت ہو جائے تو ابد تک نہ مل سکے گی"۔ (ایضاً) نیز فرماتے ہیں، اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اس کا حال قرآن میں پا سکتا ہوں۔ (تفسیر صادی)

☆......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں جو شخص حصول علم کا ارادہ رکھتا ہو وہ قرآن پڑھے کہ اس میں اگلوں اور پچھلوں کے واقعات ہیں۔ (الاتقان)۔

☆......امام خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ’’بے شک قرآن پاک جمیع احوال پر مشتمل ہے‘‘ (تفسیر خازن)

☆......حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، ’’قرآن مجید میں ستر ہزار چار سو پچاس علوم وفنون کا ذکر ہے، اور یہ تعداد کلمات قرآن کے عدد کو چار سے ضرب دینے سے معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ہر علم کا ایک ظاہر، ایک باطن، ایک حد اور ایک مطلع پایا جاتا ہے۔ (الاتقان)

☆......حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ’’اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں، اور تم قرآن کے سوا دوسری چیزوں سے لاپرواہ ہو جاؤ، کیونکہ قرآن میں وہ چیزیں جو وجود کے صفحات میں مرقوم ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کوئی شئے نہیں چھوڑی‘‘ (طبقات کبریٰ)۔

☆......حضرت امام سلیمان جمل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ نے اس میں تمام ’’ما کان و ما یکون‘‘ (کا علم) تحریر فرما دیا، دوسرا یہ کہ (لوح محفوظ) سے مراد قرآن پاک ہے، آیا اب بھی عموم رہا، ائمہ میں سے ایک فریق فرماتا ہے ہاں، اب بھی عموم ہے اور فرماتا ہے کہ جمیع موجودات قرآن مجید میں مذکور ہیں، خواہ صاف و صریح ہوں خواہ، بہ اشارہ اور دوسرا فریق خصوص لیتا ہے کہ جتنی چیزوں کی مکلفین کو حاجت ہے۔ (فتوحات الٰہیہ)۔

بیگانوں کے فیصلے

☆......ڈاکٹر گبن لکھتے ہیں، قرآن مقدس کی مختلف نقلوں اور طباعتوں سے اس کی یگانگت اور نا قابل قبول تحریف کا اعجاز ثابت ہوتا ہے، (علم القرآن ص ۳۳۸، بحوالہ شہادۃ الاقوام)

☆......مسٹر کارلائل نے کہا ہے کہ قرآنی تعلیمات اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ

ہیں۔ (ایضاً)

☆...... مسٹر کونٹ ہنری نے لکھا ہے ''تمام مشرق نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، یہ وہی کلام ہے جس کی انشاء پردازی نے عمر بن خطاب کو مطمئن کر دیا کہ ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا،

(علم القرآن ص ۳۲۹ بحوالہ کتاب الاسلام)۔

☆...... مسٹر موسیو اوجین نے لکھا ہے قرآن مجید مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں اجتماعی احکام بھی انسانی زندگی کیلیئے ہر حالت میں مفید ہیں، (قرآن نمبر ۶ زم نو ص ۹۳۰)۔

☆...... مسٹر ڈیون پورٹ نے لکھا ہے '' قرآن مجید مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے، معاشرتی، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی، اور تعزیری سب معاملات اس میں موجود ہیں، پھر بھی یہ ایک مذہبی کتاب ہے، اس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنا دیا ہے (محمد اور قرآن)۔

☆...... مسٹر ایف ایف آربتھ ناٹ نے لکھا ہے، یہ کہ قرآن بالکل اصلی حالت میں رہا ہے، اس میں آج تک کوئی مترجم یا محرف کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم نہیں کر سکا'' (بائبل اور قرآن کا موازنہ)۔

☆...... مسٹر ہارٹ وگ نے لکھا ہے ''قرآن کو تمام سائنسوں کا سرچشمہ پا کر ہمیں حیران نہیں ہونا چاہیے''

☆...... مسٹر ہیری گیلارڈ نے لکھا ہے ''قرآن خدا کی لفظی وحی ہے۔ جو جبریل علیہ السلام کے ذریعے حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کا حرف کمال و تکمیل کا آئینہ دار ہے، یہ ابدی معجزہ ہے جو اپنی صداقت اور حضرت محمد ﷺ کی حقانیت پر گواہ ہے۔

☆...... مسٹر ولیم میور نے لکھا ہے ''قرآن پاک کا کوئی جزو، کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو یا کوئی لفظ اور فقرہ ایسا نہیں پایا جاتا جس

سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ داخل کیا گیا ہے'' اگر ایسی بات ہوتی تو ان احادیث میں جن میں محمد ﷺ کی چھوٹی چھوٹی باتیں محفوظ رکھی گئی ہیں، ان کا پتہ ضرور چلتا،

☆...... مسٹر جارج سیل نے لکھا ہے'' قرآن بلاشبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور دنیا کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے، کسی انسان کا علم ایسی معجزانہ کتاب لکھنے سے عاجز ہے۔ یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے،

☆...... مسٹر باڈلے نے لکھا'' کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں تیرہ سو سال سے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ یہودی اور عیسائی مذہب میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قرآن کے مقابلے میں پیش کی جائے،

☆...... مسٹر جان فاش نے لکھا ہے'' قدیم عربی زبان میں قرآن حسن اور دلکشی کا مرقع ہے'' (دی وزڈم آف دی قرآن)

☆...... مسٹر چارلس فرانس پوٹرے نے لکھا ہے'' دنیا میں کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے'' (دی فیتھس مین)

☆...... ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھا ہے'' جو احکام قرآن میں موجود ہیں وہ اپنی جگہ مکمل ہیں۔ (پریچنگ آف اسلام)

☆...... پروفیسر ہربرٹ نے لکھا ہے'' قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے اور قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے'' (لیکچر ان اسلام)

☆...... ڈاکٹر بندرناتھ ٹیگور نے لکھا ہے'' وہ دن دور نہیں جب قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کرلے گا''۔

☆...... بابا گرونانک نے کہا ہے'' اگر کوئی ایمان کی کتاب ہے تو وہ قرآن شریف ہے۔

☆...... شاعر گوئٹے نے کہا ہے'' قرآن کی دلفریبی فریفتہ کر دیتی ہے پھر متعجب کرتی ہے

اور آخر میں تحیر آمیز رقت میں ڈال دیتی ہے۔

☆......مسٹر کارڈفر نے لکھا ہے ''قرآن غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے۔

☆☆☆☆

قرآن

غلام مصطفٰی مجددی ایم۔اے

آں کتاب زندہ ، برتر از گماں
حکمتِ اُو چشمہء حرف و بیاں

حُسن قرآں ، عقل را صدر زندگی
جلوہء اُو عشق را تابندگی

آں دلیل وحدت جودو وجود
آں سبیل فکر مشہود و شہود

چیست قرآں؟ بالیقیں حسن ازل
بے سہیم و بے مثیل و بے بدل

اللہ! اللہ ساز او ، انداز او
قلب مضطر را شفا آواز اُو

شوکت کسریٰ شد از وے نقش آب
سطوت قیصر از و تخییل خواب

نورِ اُو در دِل محبت آفریں
کون و امکاں را پیام دلنشیں

من غلام زار ، اُو تقدیرِ مَن
عزت من، سوز من، تدبیر من

علمائے سلف اور تلاوت قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر نیکیاں ملتی ہیں۔ ہر دور میں لوگوں نے تلاوت قرآن سے اپنے دلوں کو منور کیا۔ ذیل میں چند علمائے سلف فقہاء عظام ور محدثین کرام کی عبادتوں اور قرآنی تلاوتوں کے مختصر حالات تحریر کیے جاتے ہیں۔ ان کو بغور پڑھیے اور اپنے اندران بزرگوں کے جذبہ عبادت سے ایمانی لہر پیدا کیجئے۔

☆...... حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ، بہت ہی کثیر العبادات تھے۔ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی، رات کے وقت خوف خدا سے اس قدر روتے تھے کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ کے حال پر رحم آنے لگتا تھا۔ جیل خانے کی جس کوٹھری میں آپ کا وصال ہوا اس میں آپ نے ساٹھ ہزار مرتبہ ختم قرآن مجید پڑھا تھا۔ آپ رمضان شریف میں اکسٹھ ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔

☆...... حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ بہت بڑے عابد و زاہد تھے، آپ کو ہزاروں احادیث زبانی یاد تھیں۔ ساری رات شب بیداری اور گریہ زاری کرتے اور روزانہ بلا ناغہ

تین سو رکعت نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور قرآن کی تلاوت بھی کرتے تھے۔

☆......حضرت ابو العالیہ علیہ الرحمہ بہت ہی جلیل القدر محدث تھے۔ زہد و تقوی اور عبادت میں بہت ممتاز اور مشہور تھے۔ آپ کی نماز تہجد کبھی فوت نہیں ہوئی تھی۔ آپ کا قول ہے کہ۔ میرے نزدیک ایک مسلمان کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ عالم اور حافظ ہو کر رات بھر سوتا رہے۔ اور نماز تہجد میں قرآن مجید نہ پڑھے۔

☆......حضرت اسود بن یزید حضرت ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں جو حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے دادا استاد تھے۔ علمی مشاغل کے باوجود روزانہ سات سو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے اور مسلسل روزے رکھتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت بھی کثرت سے کرتے تھے۔

☆......حضرت ابو بکر بن عیاش کوفی بہت ہی بلند مرتبہ محدث تھے۔ تمام عمر کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔ اور عبادت کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ تیس برس تک مسلسل روزانہ ایک ختم قرآن مجید تلاوت کرتے رہے۔ ستر برس تک شب بیداری کی اور دن کو روزہ رکھتے، آپ کے انتقال کے وقت آپ کی صاحبزادی رونے لگیں تو آپ نے فرمایا میری پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو؟ کیا تم ڈرتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا اے نور نظر تمہیں کیا خبر؟ میں نے اپنے مکان کے صرف اس کونے میں چوبیس ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیے ہیں۔

☆......حضرت بشر بن منصور سلمی رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے سب سے نیک و صالح عالم اور سب سے بڑے عبادت گزار بتائے جاتے ہیں۔ روزانہ پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔ ہر تیسرے دن قرآن مجید کا ایک ختم پورا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آخری عمر میں نابینا ہو گئے، مگر پھر بھی عبادات میں کوئی فرق نہ پڑا۔

☆......حضرت ثابت بن اسلم بنانی علیہ الرحمہ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ آپ رات کو نوا

فل ادا کرتے اور صبح کو روزانہ روزے رکھتے تھے۔ آپ کی عبادت کی وجہ سے آپ کا بدن جوڑوں سے بالکل الگ ہو جاتا۔ آپ کی قبر میں اچانک سوراخ ہو گیا تو لوگوں نے کیا دیکھا کہ آپ کی قبر سے ایک مدت تک تلاوت قرآن مجید کی آواز آتی رہی اور ہزاروں انسان سنتے تھے۔ آپ روزانہ بلاناغہ ایک قرآن مجید بھی ختم کرتے تھے۔

☆...... حضرت زرارہ بن ابی اوفی علیہ الرحمہ بڑی شان کے محدث تھے۔ تلاوت قرآن کے وقت وعید عذاب کی آیات پڑھ کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ حضرت بہز بن حکیم محدث کا بیان ہے کہ ایک دن فجر کی نماز میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے کہ "جس دن سور پھونکا جائے گا وہ دن بہت ہی سخت ہوگا"۔ یہ آیت پڑھتے ہی آپ کی حالت نماز میں اس قدر خوف خداوندی کا غلبہ ہوا کہ لرزتے ہوئے اور کانپتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ (انا للہ وانا علیہ راجعون)

☆...... حضرت زبیر بن محمد فروزی علیہ الرحمہ بہت بڑے عالم فاضل تھے، رمضان شریف میں دن رات ملا کر روزانہ تین ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور ہمیشہ ہر سال صرف رمضان شریف میں نوے ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ اور سال کے دوسرے دنوں میں بھی زیادہ قرآن مجید کا شغل رکھتے تھے۔

☆...... حضرت عطا بن ابی رباح علیہ الرحمہ بہت ہی شاندار محدث ہیں۔ آپ نماز تہجد کے بے حد پابند تھے اور روزانہ نماز تہجد میں دو سو آیات کریمہ کی تلاوت عبادت تجوید و ترتیل کے ساتھ کیا کرتے تھے آپ نے زندگی میں ستر حج کیئے۔

☆...... حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم علیہ الرحمہ مالکی مذہب کے مشہور فقیہ ہیں آپ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کے علاوہ روزانہ دو ختم قرآن مجید پڑھتے تھے مگر جب لوگوں نے آپ کو تعلیم حدیث کی طرف توجہ دلائی تو ایک ختم موقوف کر دیا اور ایک ہی ختم آخر عمر تک پڑھتے

رہے۔

☆......حضرت یحیٰ بن سعید قطان کا شمار بہت ہی بلند محدثین میں ہوتا ہے، بہت زیادہ عبادت گزار بھی تھے، آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ بیس سال تک بلاناغہ ہر رات نماز تہجد میں ایک ختم قرآن مجید پڑھتے تھے۔

☆......حضرت امام مالک علیہ الرحمہ بلند پایہ امام ہیں اور مالکی مذہب کے بانی ہیں آپ نے بہت عبادت کی، درس حدیث اور درس قرآن بھی دیا کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ کے بہت شاگرد ہیں جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں۔ درس حدیث کے بعد تلاوت قرآن مجید آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔

☆......حضرت ابو جعفر قاری علیہ الرحمہ بہت ہی پرہیز گار اور بہت بڑے عبادت گزار اور صاحب کرامت بزرگ تھے ان کی وفات کے بعد جب ان کو غسل دیا جانے لگا تو سینے میں دل کے مقام پر کھال کا رنگ کاغذ کے ورق کی طرح چمک رہا تھا۔ تمام حاضرین نے بالاتفاق یہی کہا کہ بلاشبہ یہ قرآن کا نور ہے جو ان کے قلب میں چمک رہا ہے کیونکہ انھوں نے تمام عمر قرآن کی تعلیم دی تھی۔

☆......حضرت احمد بن منیع علیہ الرحمہ علمی جاہ وجلال کے ساتھ ساتھ عبادت میں بھی باکمال تھے۔ چالیس برس تک متواتر آپ کا معمول رہا کہ ہر تیسرے دن قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

☆......حضرت ضرار بن مرہ کوفی علیہ الرحمہ اگرچہ بہت قلیل احادیث روایت کرتے تھے مگر بہت ہی ثقہ وصالح وعبادت گزار تھے اپنی وفات سے پندرہ سال پہلے اپنی قبر تیار کرلی تھی، روزانہ اس قبر میں بیٹھ کر ایک قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔

(وما علینا الا البلغ المبین)

قرآن حکیم اور صحابہ کرام
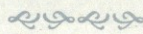
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

......اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ قرآن مجید میں کوئی ترمیم وتحریف نہ کی جاسکے گی، یہ ہمیشہ ہر ایک کی ہدایت کیلئے موجود رہے گا...... اسلام جو آئین خداوندی ہے، ہر دور میں قابل عمل ہے۔ پیغمبر اسلام کے وصال حق بعد اسلام مٹ نہیں گیا، کیونکہ دین اسلام لازوال ہے۔ پس حضور ﷺ کا وصال مبارک معیاری اسلامی معاشرہ کے فقدان کا باعث قرار نہیں دیا جاسکتا۔ آج بھی قرآن پاک کی صورت میں آپ کی تعلیمات کا سر چشمہ جاری وساری ہے۔

وہ ماخذ جس سے صحابہ کرام کی عظیم المرتبت جماعت نے اسلام کا فہم حاصل کیا، قرآن اور صرف قرآن تھا، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وافعال اسی نور سے منور تھے ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ نے اسی وجہ سے آپ کو قرآن کا زندہ نمونہ کہا تھا۔

صحابہ کرام نے قرآن کو محض اس لئے کافی نہیں سمجھ لیا کہ اس وقت سائنس کے، علوم اور تہذیب وتمدن کا وجود نہیں تھا۔ درحقیقت یہ سب کچھ مختلف شکلوں میں اس

وقت بھی موجود تھا۔ مثلاً رومی تہذیب جس کا قانون ترقی یافتہ صورت میں آج بھی رائج ہے۔ یونانی تہذیب اور فلسفہ، عجمی تہذیب، مصری تہذیب، اس کا آرٹ، شاعری، روایتی ادب اور دیگر، مذاہب وقوانین بھی کارفرما نظر آتے تھے۔ اور بھی کئی تہذیبیں تھیں۔ ایرانی اور رومی تہذیبیں عربوں سے بالکل متصل تھیں۔ خود عرب میں یہودی اور مسیحی آبادیاں موجود تھیں۔ اس کے باوجود صحابہ نے صرف قرآن کو اپنا رہنما بنایا تو یہ جہل وجمود کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ کامل سوچ سمجھ کا نتیجہ تھا، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کو تورات پڑھتے دیکھا تو فرمایا ''اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے تو میری کی اطاعت کرتے۔

رسول کریم ﷺ اپنے صحابہ کو صرف تعلیمات قرآن تک محدود رکھ کر ایک واضح اور قطعی مقصد کیلئے کام کر رہے تھے۔ آپ کے پیش نظر ایسے معاشرے کی تشکیل تھی۔...... جو قرآن کے اثرات کے سوا ہر قسم کے اثرات سے بے نیاز ہو، صحابہ کرام کی تنظیم تاریخ میں بے مثال ہے۔ اس تنظیم نے دین کا فہم صرف اور صرف قرآن عظیم سے حاصل کیا تھا۔ لیکن بعد کے ادوار میں دوسرے ماخذوں کا اضافہ کر لیا گیا جن سے بعد کی نسلوں نے دین کا علم حاصل کیا۔ وہ یونانی فلسفہ، عجمی روایات، یہودی ''تالمود'' مسیحی الہیات اور دوسری تہذیبوں کے بقیہ آثار اور قرآن مجید کی رنگا رنگ تعبیرات کا مجموعہ تھا...... معیاری اسلامی معاشرے کے زوال کی ایک ہی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کا طریقہ بدل دیا گیا۔

صحابہ کرام نے قرآن عزیز صرف معلومات بڑھانے یا محض (ادبی) لطف اٹھانے کیلئے نہیں پڑھا تھا، وہ اسے اس لئے پڑھتے تھے کہ مالک الملک کے احکام ٹھیک ٹھیک جان سکیں۔ پھر اپنے اعمال اور معاشرے کو اس کے مطابق ڈھال دیں، ہر صحابی

میدان جنگ کے سپاہی کی مانند، اللہ تعالیٰ کے احکام ملتے ہی بلا چوں چرا ان پر عمل کرنا شروع کر دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک نشست میں دس سے زیادہ آیات نہیں پڑھتے تھے پھر انہیں یاد کرتے تھے اور ان پر عمل کر لینے کے بعد وہ مزید دس آیات سیکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایک ہی دفعہ بہت سا پڑھ لینے کی صورت میں وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکیں گے۔ یہ ہے ذوق عمل اور اہتمام عمل۔

تعمیل حکم کے اس احساس نے انکو غیر محدود روحانی حظ اور بے پناہ علم عطا کیا وہ قرآن کو صرف کیف و نشاط، ذوق مطالعہ یا وسعت علم کی خاطر پڑھتے تو غیر محدود حظ اور بے پناہ علم ہرگز حاصل نہ کر سکتے، اس اطاعت گزاری کے احساس کی بدولت ان کیلئے قرآنی ہدایات پر عمل اور تعلیمات قرآن کے ساتھ مکمل یک جہتی آسان ہو گئی۔ انہوں نے قرآن کو ایک آئین سمجھا۔ ان میں سے ہر ایک اس آئین کا عملی پیکر اور زندہ نمونہ تھا ان کی نگاہ میں قرآن ایک معمولی کتاب نہ تھا، جسے محض یاد کر لیا جائے یا لکھ لیا جائے۔ یہ تو انسان کی صحیح رہبری کرنے والا جیتا جاگتا نظام زندگی تھا۔

قرآن اپنے خزانے صرف ان لوگوں کو عطا کرتا ہے جو صحابہ کے طرز عمل پر اس کو اپناتے ہیں۔ یعنی اجتماعی زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھال دینا، محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن اسلیئے نازل نہیں ہوا تھا کہ محض ذہنی تفریح حاصل کی جائے (اگرچہ یہ سب امور بھی ضمناً اس میں شامل ہیں) یہ ایک مقدس اور مکمل نظام حیات کے طور پر نازل ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے مختلف حصوں میں نازل فرمایا گیا ہے۔

☆...... وقرانا فرقنه لتقراه على الناس على مكث ونزلنه تنزيلا (بنی اسرائیل ع ۱۲)

اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم ٹھہر ٹھہر کر اسے لوگوں

کوسناؤاور اسے ہم نے موقع بموقع نازل کیا ہے۔

قرآن اسلامی معاشرے کی پیش آنے والی ضرورتوں اور مومنوں میں دین کے ترقی پزیر فہم کے مطابق اترا ہے۔......اسی وجہ سے بہت سی آیات مخصوص حالات واقعات جہاد، وغیرہ اور دیگر معاملات سے خاص تعلق رکھتی ہیں ......ان آیات نے مسلمانوں کو عصری حالات کا صحیح شعور عطا کیا اور بتایا کہ وہ کون سا طرز فکر اختیار کریں؟اور ان کے افکار واعمال دونوں کی اصلاح کی، جس کے نتیجے میں ان کا رشتہ اپنے رب سے قائم اور مضبوط ہو گیا۔ انہوں نے اس کی ذات وصفات اور افعال کو جان لیا۔اور اس حقیقت کو بخوبی محسوس کرلیا کہ وہ زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور نگرانی میں بسر کرر ہے ہیں اور اپنی زندگیوں کو اس مقدس ومکمل نظام زندگی میں ڈھال رہے ہیں۔

وہ لا ثانی تنظیم صحیح اسلامی فہم کا اجتماعی ثمر تھی، لیکن بعد والوں نے قرآن کو محض مطالعہ اور تفریح یا حصول برکت کی غرض سے پڑھا۔

عہد نبوی میں ہر نو مسلم، اسلام قبول کرتے ہی اپنی عادات وروایات کو بالکل ترک کر دیتا تھا۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ کتاب زندگی کا ایک سیاہ ورق الٹ رہا ہے اور ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ جو گزشتہ زندگی سے بالکل مختلف ہے۔ وہ قبل اسلام کے معمولات کو ناپاک اور خلاف اسلام سمجھتے ہوئے نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ صحابہ کرام میں سے اگر کوئی کبھی کسی خلاف اسلام فعل کا مرتکب ہو جاتا تو اسے فوراً اپنے جرم کا احساس ہو جاتا۔ وہ روح کی گہرائیوں سے اس کی تلافی کی ضرورت محسوس کرتا اور دوبارہ اسلامی طریق حیات میں مکمل طور پر ڈھل جانے کی کوشش کرتا۔

یہ ایک ایسا دوراہا تھا جہاں سے مسلمان جاہلی معاشرے کی تمام روایات واقدار اور نظریات ترک کر کے اپنی جداگانہ راہ پر چل دیئے۔ انہوں نے بہت زیادہ

مصائب اوراذیتیں برداشت کیں۔بہت سی آزمائشوں سے گزرے لیکن ان کے پاؤں اسلام کے صراط مستقیم سے نہیں ڈگمگائے۔

ہمارا موجودہ دور بعض حیثیتوں سے ویسا تاریک تونہیں ہے۔لیکن ہمارا ماحول ،عقائد،نظریات ،رسوم ،رواج ،ثقافت اوراس کے ماخذ،ادب اورفنون ،مروجہ نظام اور قوانین ، یہاں تک کہ جن باتوں کو غلطی سے دینی ثقافت یا اسلامی فکر سمجھا جاتا ہے۔اس کا بیشتر حصہ بھی......ان سب میں جاہلیت کی روح سرایت کئے ہوئے ہے۔ہمارے ذہنوں میں اسلامی نظریے کا صحیح تصور مفقود ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کے دور جیسا معاشرہ دوبارہ معرض وجود میں نہیں آسکتا۔

ضروری ہے کہ ہم اس جاہلی معاشرے کے تمام عناصر کو ترک کردیں،جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ہم پر لازم ہے کہ اس خالص سرچشمے کی طرف رجوع کریں جس سے اس لاثانی معاشرے کے افراد نے فہم حاصل کیا تھا۔یہ منبع اب بھی اسی طرح صاف و شفاف اور پاکیزہ ہے اور خدائے عزوجل نے ضمانت دی ہے کہ تاابد ایسا ہی رہے گا۔ہمیں کائنات اورحیات انسانی کی حقیقت اوران کے باہمی تعلق اور خالق کائنات کا صحیح تصور حاصل کرنے کیلئے اس ماخذ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔اس سے ہمیں اپنی زندگی ،اقدار،فرائض ،نظامات خواہ وہ سیاسی ہوں یا اقتصادی اور حکومتی۔۔۔۔الغرض زندگی کے ہر شعبے کے متعلق ہدایات حاصل کرنی چاہیں۔۔۔۔اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ ہم اس سے فیضیاب ہوتے ہی اس کے مطابق عمل درآمد شروع کردینگے۔

ہمیں وہ سب کچھ مل جائیگا جو قرآن کو صرف مطالعہ یا تفریح کی غرض سے پڑھنے والوں کو ملتا ہے۔لیکن یہ ہمارا نصب العین نہیں ہوگا۔ہمارا نصب العین یہ معلوم کرنا ہے کہ منشائے ربانی کیا ہے؟ ہم کیا کریں؟ کس نظریے کو اپنائیں؟ خالق کا ادراک کیسے حاصل

کریں؟ ہمارا طریق کار، اخلاقی اقدار اور روش زندگی کیا ہو؟

ہمارا کام جاہل معاشرے سے مصالحت یا اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینا نہیں ہے۔ یہ ہمارے لیے ناممکن ہے بلکہ ہمارا کام یہ ہے کہ موجودہ معاشرے کی اساس کو بدل دیں۔ کیوں کہ یہ اسلامی طریق حیات سے کلی طور سے متصادم ہے اور ہم کو اسلامی انسان بننے سے بزور قوت روک رہا ہے۔۔۔ آج ہم ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے ہیں۔ اگر ہم نے جاہلیت کے راستے پر ایک قدم بھی بڑھا دیا تو صراط مستقیم سے ہٹ جائیں گے۔ ہٹے ہوئے تو ہیں ہی، اب تو واپس لوٹنے کی ضرورت ہے۔

اسلامی معاشرے کے قیام میں ہمیں قسم قسم کی مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کرنا پڑیں گی اور سب کچھ قربان کر دینا پڑے گا۔ لیکن اگر ہم رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان، کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

بہترین لائحہ عمل یہ ہے کہ موجودہ چمکیلی جاہلیت پر غالب آنے کے لیے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی طرح اپنے راستے کے نشیب و فراز کو بخوبی سمجھیں اور اپنی تمام تدبیروں کا تنقیدی جائزہ بھی لیتے رہیں۔

☆☆☆☆

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بو لہبی است

صفات باری تعالیٰ جل سلطانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی ذات قدسیہ لا متناہی صفات اور لا محدود کمالات کی مالک ہے ۔جس طرح اس کی ذات قدسیہ احاطہ ادراک میں نہیں آسکتی ،اسی طرح اس کی صفات کاملہ بھی اس سے باہر ہیں۔وہ ہر اعتبار سے محیط ہے۔

عقل در سودائے او حیراں بماند
جاں زعجز انگشت دردنداں بماند
درجلاش عقل و ،جاں فرتوت شد
عقل حیراں ماند، جاں مبہوت شد

علمائے اسلام نے صفات باری تعالیٰ کو عموما دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔

ا۔صفات ثبوتیہ ۲۔صفات سلبیہ

صفات ثبوتیہ کو صفات ذاتیہ بھی کہتے ہیں۔یہ صفات کاملہ حیات ،علم، قدرت ارادہ ،سمع، بصر، کلام اور تکوین کے ناموں سے معنون ہیں۔یہ صفات کاملہ اپنے اندر اضافت کا رنگ بھی رکھتی ہیں۔صفات سلبیہ کہ جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ و مبرا

ہے۔ مثلاً وہ جاہل نہیں، عاجز نہیں، بے اختیار نہیں، ظلم وکذب والا نہیں، کسی سے متحد نہیں، زمان ومکاں میں محدود نہیں وغیرہ۔ یہ صفات کاملہ، اسمائے حسنہ میں بھی مذکور ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک نے فرمایا۔

وللہ الا سماء الحسنیٰ فاد عوہ بھا ۔

اور اللہ کے لیے ہیں اچھے نام کہ اسے ان ناموں سے پکارا کرو۔ (سورۃ الاعراف)

اور حدیث پاک میں ہے۔ اللہ کے ننانوے نام جس نے یاد کر لیے وہ جنت میں جائے گا۔ (جامع ترمذی)

یہاں یاد رہے کہ اسمائے الہیہ ننانوے میں منحصر نہیں ہیں، حدیث کا مقصود صرف یہ ہے کہ اتنے ناموں کو یاد کر لینے سے انسان جنت میں چلا جائے گا۔ جب یہ اسمائے مبارکہ محفوظ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت وشوکت، تنزیہ وتقدیس کا ذہن میں استحضار ہوگا۔ اس کی شان جلالت پیش نظر رہے گی، ان اسمائے حسنہ میں سے ایک ایک اسم بہت سی صفات واوصاف کا جامع ہے۔ مثلاً اسم صمد کو لیجئے، مفسرین کرام نے اس کے مندرجہ ذیل ترجمے کیے ہیں۔ خالق کائنات، بزرگ واعلیٰ وبرتر، عالم کل، حاجت روا، فریاد رس، بے نیاز، لازوال، ہر عیب سے پاک، غالب، بے پروا، عقل وفکر سے ماوراذات وغیرہ، اندازہ کیجئے کہ جس کے ایک اسم میں اتنی وسعت ہے اس کے تمام اسمائے حسنہ میں کتنی وسعت ہوگی نیز ان اسمائے حسنہ میں جھلکنے والی صفات واوصاف کا احاطہ کیسے ممکن ہوگا۔ اسی لئے حضور سرور کائنات ﷺ ان الفاظ میں دعا مانگا کرتے تھے۔

"اے خدا تیرے ہر اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے اپنا رکھا یا اپنی کتاب میں اتارا کسی مخلوق کو سکھایا یا اپنے علم غیب میں اس کو چھپایا تجھ سے مانگتا ہوں۔ (کتاب الاسماء والصفات از بیہقی)۔

اس دعا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات حد وشمار سے باہر ہیں۔ ذیل میں صرف ان صفات کاملہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو بندوں کے احوال کے متعلق ہیں کہ وہ انہیں اپنی محدود عقل وفکر سے جان سکتے ہیں۔

حیات:

اللہ تعالیٰ حی وقیوم ہے۔ موت نہ اس پر کبھی طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی طاری ہوگی، موت دور کی بات ہے۔ اس کو نیند بلکہ اونگھ تک نہیں آتی، وہ زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے دست قدرت میں ہے، جسے چاہے، جب چاہے زندہ رکھے اور جب چاہے فنا کردے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

☆...... ''ھو الحی لا الہ الا ھو فادعوہ مخلصین لہ الدین''

ترجمہ: وہی ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو خالص اسی کا تابع فرمان ہوکر اس کی عبادت کر (سورۃ ۴۰ آیت ۲۵)

☆...... ''وعنت الوجوہ للحی القیوم''

ترجمہ: قیامت کو خدائے زندہ کے حضور سب کے چہرے جھکے ہوں گے۔

(سورۃ ۲۰ آیت ۱۱۱)

☆...... ''وھو الذی احیا کم ثم یمیتکم ثم یحیکم''

ترجمہ: اور وہ وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہ تمہیں مارے گا، تمہیں پھر زندہ کرے گا۔ (سورۃ ۲۲ آیت ٦٦)

قدرت:

اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے، جو چاہے کرسکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆...... ''وکان ربک قدیراً''

ترجمہ: اور تیرا رب قدرت والا ہے (سورۃ ۲۵ آیت ۵۴)

☆......"ان اللہ علی کل شی قدیر"

ترجمہ: بے شک اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔ (سورۃ ۱ آیت ۲۰)

☆......"ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ o بلی قادرین علی ان نسوی بنانہ o"

ترجمہ: کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم بوسیدہ ہڈیوں کو ہرگز جمع نہ کر سکیں گے، کیوں نہیں ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کے پوروں کو درست بنا دیں (سورۃ ۷۵ آیت ۳)۔

☆......"اولم یروان اللہ الذی خلق السموات والارض قادر علیٰ ان یخلق مثلھم"

ترجمہ: کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر بھی قادر ہے کہ ان جیسے اور پیدا کر دے، (سورۃ ۱۷ آیت ۹۹)

☆......"ان یشا یذھبکم ایھا الناس ویات باخرین"

ترجمہ: لوگو! وہ اگر چاہے تو سب کو ناپید کر کے تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔

(سورۃ ۴ آیت ۱۳۳)

☆......"ان اللہ یفعل ما یرید"

ترجمہ: بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (سورۃ ۲۲ آیت ۱۴)

علم:

اللہ تعالیٰ علیم ہے اس کا علم ہر شئے کو محیط ہے۔ یعنی تمام موجودات، معدومات ممکنات، محالات کو ازل سے جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہے اور ابد تک جانتا رہے گا۔ اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ غیب وشہادت سے باخبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆......"عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال"

ترجمہ: وہ چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے بلند مرتبہ وعالیٰ قدر ہے۔ (سورۃ ۱۳ آیت ۹)

☆......"اما یحرب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء"

ترجمہ: اور تمہارے رب سے ذرہ بھر بھی چیز پوشیدہ نہیں، زمین میں نہ آسمان میں۔ (سورۃ ۱۰ آیت ۲۰)

☆......"واللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض واللہ بکل شی علیم"

ترجمہ: اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔ (سورۃ ۴۹ آیت ۱۶)

☆......"وسع ربی کل شی علماً"

ترجمہ: میرا رب علم میں ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے۔ (سورۃ ٦ آیت ۸۱)

☆......"یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور"

ترجمہ: وہ آنکھوں کی خیانت اور سینے میں جو کچھ چھپاتے ہو سب کو جانتا ہے۔ (سورۃ ۴۰ آیت ۱۹)

☆......"وان اللہ قد احاط بکل شی علما"

ترجمہ: اور اللہ کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

ارادہ:

اللہ تعالیٰ زبردست ارادے والا ہے، جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو کوئی اسے باز نہیں کر سکتا فرمایا۔

☆......"فعال لما یرید"

ترجمہ: وہ جو چاہتا ہے کرگزرتا ہے۔(سورۃ ۸۵ آیت ۱۶)

☆......"انما قولنا لشی اذاارد نه ان نقول کن فیکون"

ترجمہ: جب ہم کسی چیز کا اردہ کرتے ہیں تو بس ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے(سورۃ ۱۶ آیت ۴۰)۔

سمع وبصر: اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے۔ ہر پست آواز کو سنتا اور ہر باریک سے باریک چیز کو دیکھتا ہے۔ فرمایا

☆......"ان اللہ کان سمعیا بصیرا"

ترجمہ: بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(سورۃ ۴ آیت ۵۸)

کلام:

اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے۔ اس کا کلام آواز سے پاک ہے۔ یہ قرآن مجید جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے اور مصاحف میں لکھتے ہیں اس کا کلام قدیم ہے۔ یہ ہمارا لکھنا پڑھنا اور ہماری آواز حادث ہے اور جو لکھا وہ قدیم ہے۔ ہمارا سننا حادث ہے اور جو سنا وہ قدیم ہے ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو پڑھا وہ قدیم ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"حضرت حق سبحانہ ازل سے ابد تک ایک کلام کے ساتھ متکلم ہے، یہ کلام ایسا ہے اس کے ٹکڑے نہیں کیے جاسکتے۔ کیونکہ خاموشی اور گونگا پن اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ کیا عجب ہے کہ ازل سے ابد تک وہاں ایک ہی آن ہو کہ اللہ سبحانہ پر زمانہ جاری نہیں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ایک آن میں ایک کلام بسیط کے سوا اور کیا واقع ہوسکتا ہے۔ اس کلام واحد سے تعلقات کے متعدد ہونے کے اعتبار سے اس قدر ہو تو اس کا نام نہی ہو جاتا ہے اور اگر اخبار سے متعلق ہو تو خبر پیدا ہو جاتی ہے۔(مبدا و معاد ۶۸) اللہ تعالیٰ نے اپنی اس

علم:

صفت کا اثبات فرمایا'' وکلم اللہ موسیٰ تکلیما '' اور اللہ تعالیٰ نے کلام کیا موسیٰ سے، معلوم ہوا کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور ہر صفت کی طرح قدیم ہے۔ لہذا اس کو مخلوق کہنا جائز نہیں۔

تکوین:

علمائے اشاعرہ نے اسی صفت کو صفات اضافیہ میں شمار کیا جب کہ علمائے ماتریدیہ کے نزدیک یہ صفات حقیقہ، ثبوتیہ میں شامل ہے۔ اشاعرہ اس کو قدرت وارادہ کے تحت خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ تکوین قدرت کے علاوہ اور چیز ہے۔ قدرت میں فعل اور ترک فعل دونوں برابر ہیں اور تکوین میں فعل کی جانب متعین ہے۔ نیز یہ فرق بھی ہے کہ قدرت ارادے پر مقدم ہوتی ہے اور تکوین ارادے کے بعد ہے تکوین کا مطلب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اختیار وارادے سے جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور جب چاہتا ہے کالعدم کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

☆...... ''وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ''

ترجمہ: اور تمہارا رب جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چھانٹ لیتا ہے، ان کو کسی قسم کا اختیار نہیں۔ (سورۃ القصص)۔

☆...... ''انھا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بھا اللہ''

ترجمہ: اگر وہ چھپی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو پھر وہ کسی پتھر میں پوشیدہ ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں اللہ اس کو نکال کر موجود کردے گا۔ (سورۃ ۳۱ آیت ۱۶)

☆...... ''وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر''

ترجمہ: اور ہمارا کام تو ایک دفع ہی ہو جاتا ہے جیسے آنکھ جھپکنا۔ (سورۃ ۵۴ آیت ۵۰)

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔(اللہ خالق کل شی "
(سورۃ ۳۹ آیت ۶۲) اعمال وافعال کو، خیر کو، شر کو نور، ظلمت کو، دن کو، شب کو، مثبت کو، منفی کو،
نیکی کو، بدی کو، "قل کل من عند اللہ " کہہ دے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے
۔انسان صرف کاسب ہے۔خالق نہیں، انسان جس کام کا کسب کرے گا، اللہ تعالیٰ اس
کیلئے اس کسب کو تخلیق کردے گا، پھر اسی کسب کی نوعیت پر عذاب وثواب کا فیصلہ ہوگا۔گویا
ہر طرح سے تخلیق وتکوین کی صفت اسی رب بے ہمتا کو شایاں ہے۔

صفات مشابہہ:

یوں تو قرآن حکیم کی ہر آیت مبارکہ "محکم" ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کتاب
احکمت آیت "، لیکن مفہوم کی وضاحت وتعیین کے اعتبار سے آیات قرآنی کو دو حصوں میں
تقسیم کیا گیا ہے اور یہ تقسیم خود قرآن حکیم نے فرمائی ہے۔

☆ ......"ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام
الکتاب واخر متشابھات"

ترجمہ: یعنی وہ وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی کہ جس میں آیات محکمہ ہیں، جو
ام الکتاب ہیں اور آیات متشابہہ بھی ہیں۔(آل عمران)۔

اصطلاح کلام میں محکم اس کو کہتے ہیں جس کا مفہوم ومراد متعین ہو اور متشابہہ اس کو کہتے
ہیں جس میں متعدد احتمالات اس درجہ پائے جاتے ہوں کہ کسی ایک کی ترجیح وتعیین ممکن نہ
ہو۔انسان آیات محکمہ پر عمل کرنے کا مکلّف ہے، جب کہ ایمان دونوں قسم کی آیات پر لانا
ضروری ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆ ......"فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ
وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا

به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولو الالباب''

ترجمہ: یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں گمراہی کا راستہ اپنانے کیلئے اور اس کی تاویل کرنے کیلئے حالانکہ اس کی تاویل حقیقتاً اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جو لوگ علم میں ثابت ہیں وہ تو یہی کہتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اور نصیحت تو عقل والے قبول کرتے ہیں، (آل عمران)۔

اس مقام پر حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا

☆.....''فاذا رایت الذین یتبعون ما تشابه منه فاولئک الذین سمی الله فاحذروهم''

ترجمہ: یعنی جب ان لوگوں کو دیکھو جو اشتباہ کے پیچھے پڑے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے نشاندہی فرمائی ہے لہذا ان سے بچو۔ (بخاری کتاب التفسیر)

یہی وجہ ہے کہ صدر اول کے مقدس لوگ آیات متشابہہ کے حوالے سے بحث و نظر کو پسند نہیں رکھتے تھے، مثلاً حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے مستویٰ علی العرش ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ ''الاستواء معلوم و الکیف مجهول والایمان به واجب والسوال عنه بدعه''

ترجمہ: کہ استوا تو معلوم ہے اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے'' (جامع البیان سورۃ یونس)

معلوم ہوا کہ آیات متشابہہ کو اپنے فکر محدود کا تختہ مشق بنانے سے گریز کرنا ہی صحابہ کرام کی سنت ہے اور اسی میں ایمان و یقین کی بقاء کا راز مضمر ہے، شاید اسی لئے کسی عربی شاعر نے کہا ہے۔

لا تقل کیف استوی کیف النزول

پھر جوں جوں لوگ دورِ صحابہ سے دور ہوتے گئے، توں توں اہل اسلام کے ''گھروں پر فتنوں کی بارش ہونے لگی'' یونانی وایرانی فلسفے کا اثر ورسوخ بڑھنے لگا جس کے نتیجے میں معتزلہ، مجسمہ، جہمیہ جیسے فرقوں نے جنم لیا، انہوں نے اپنے گمراہ کن نظریات کی اشاعت کیلئے آیات متشابہہ کو کافی استعمال کیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کو جہات و سمات اعضاء جوارح میں محدود تصور کرنے لگے۔ حالانکہ وہ ان جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ ان گمراہ کن فرقوں کے نظریات باطلہ کی تردید کرتے ہوئے علمائے حق نے آیات متشابہہ کو آیات محکمہ کی روشنی میں پیش کیا اور بتایا کہ ''لیس کمثلہ شی'' یعنی کوئی چیز اس ذات یکتا کی مثال نہیں، اگر آیات متشابہہ میں استویٰ ساق، ید، وجہ وغیرہ کا ذکر آیا ہے تو ان الفاظ کا مفہوم کچھ اور ہے، ان کے ظاہری معانی تو کسی صورت اللہ وحدہ کے شایان شان نہیں، علمائے حق نے ان آیات متشابہہ کی قرآن حکیم کی دوسری آیات کے حوالے سے بڑی خوبصورت تاویلیں کی ہیں، اور ان کے اصل مفہوم ومراد کو اللہ تعالیٰ پہ چھوڑتے ہوئے ان پر اپنے ایمان کامل اور یقین واثق کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات متشابہہ پہ سیر حاصل بحث کی جاتی ہے جن کی آڑ لے کر اس کی ذات کا ملہ میں تجسیم وتشبیہ کا رنگ تصور کیا جاتا ہے۔

استواء علی العرش:

قرآن حکیم میں استواء علی العرش کے الفاظ چھ مرتبہ وارد ہوئے ہیں، مجسمہ ومشبہ نے ان الفاظ کے ظاہری مفہوم کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ اپنا لیا کہ وہ عرش عظیم پہ جہت فوق میں استقراء پذیر ہے۔ حالانہ یہ عقیدہ آیات محکمہ کے سراسر خلاف ہے اس مقام پہ علمائے حق نے ان الفاظ کی ایسی تاویل وتوجیح کی کہ تنزیہہ باری پہ

کوئی حرف نہیں آتا۔ وہ کہتے ہیں کہ لفظ استواء قرآن میں اسقرار کے علاوہ اور کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔

☆ ...... ''واستوی علی سوقه''

ترجمہ: یعنی اپنی شاخوں پر کھڑا ہونا، مراد پک جانا، مکمل ہو جانا۔

☆ ...... ''فسوهن سبع سموات''

ترجمہ: سات آسمانوں کی تخلیق مکمل فرمائی۔

☆ ...... ''خلقک فسواک''

ترجمہ: تجھے نہایت اعتدال سے بنایا۔

☆ ...... ''ولما بلغ اشده واستوی''

ترجمہ: وہ بالغ ہوا اور اس کی جوانی پوری ہوگئی۔

ان تمام معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے استواء علی العرش کا یہی مفہوم قرین انصاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارض وسماء کو پیدا کرنے کے بعد اپنے سلسلہ تکوین کو عرش اعظم پر ختم کر دیا۔ اس مفہوم کو یہ امر بھی تقویت دیتا ہے کہ استواء علی العرش کے الفاظ ہر جگہ تخلیق ارض و سماء کے بعد خصوصی طور پر ذکر ہوئے ہیں، گویا عرش اعظم سے اوپر کوئی چیز نہیں لہذا عرش اعظم پر ہی اللہ تعالیٰ نے سلسلہ تکوین کو مکمل کر دیا۔

ایک بات اور بھی قابل غور ہے کہ قرآن حکیم میں متعدد بار ایسے الفاظ اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوئے ہیں جن کا اطلاق انسان پر بھی ہوتا ہے مثلاً سمیع وبصیر، متکلم وغیرہ اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر کان کے سمیع، بغیر آنکھ کے بصیر اور بغیر زبان کے متکلم ہے، کیونکہ وہ ان اعضاء وجوارع کا محتاج نہیں، لہذا وہ مستوی علی العرش بھی بغیر جہت، وسمت اور زمان ومکان کے ہے۔ جس طرح اس کا بغیر کان آنکھ اور زبان کے سننا، دیکھنا اور کلام

کرنا ہماری عقل شعور سے بالا ہے۔اس طرح اس کا بغیر جہت وسمت وزمان اور مکان کے
مستوی علی العرش ہونا ہماری عقل وشعور سے بالا ہے۔اسی لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں ''استواء مجہول نہیں اور اس کی چگونگی عقل میں نہیں آسکتی اس پر ایمان
واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال بدعت ہے۔اس لئے کہ مکان پیدا ہونے سے
پہلے اللہ تعالیٰ موجود تھا۔اور مکان نہ تھا پھر وہ اپنی شان سے بدلا نہیں یعنی جیسے مکان سے
پاک تھا اب بھی پاک ہے۔(تفسیر مدارک التنزیل سورۃ طٰہٰ)۔

ائمہ اربعہ کا مسلک بھی اس مسئلہ میں سکوت فرمانا ہی ہے۔(کتاب الاسماء
والصفات امام بیہقی) علمائے متکلمین کے نزدیک اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔

☆......استواء بمعنی قہر وغلبہ ہے، اور یہ زبان عرب سے ثابت ہے۔یعنی عرش تمام
مخلوقات سے اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفاء فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات
پر قاہر وغالب ہے۔(کتاب الاسماء والصفات)

☆......استواء بمعنی علو کے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے علو مکان نہیں، علو مالکیت اور علو
سطوت وغیرہ۔(ایضاً)

☆......استواء بمعنی قصد وارادہ یعنی اللہ تعالیٰ عرش کی طرف متوجہ ہوا، اس کی
تخلیق کا ارادہ فرمایا۔یہ تاویل امام ابوالحسن اشعری نے پیش فرمائی اور امام اسمعیل ضریر
نے فرمایا ''انہ الصواب'' یعنی یہ درست ہے۔(الاتقان فی علوم القرآن از امام سیوطی)

☆......استواء بمعنی فراغ وتمامی کار یعنی تمام مخلوقات عرش کے دائرہ میں موجود ہیں جو کچھ
ہوا اور جو کچھ ہوگا سب اس کے احاطہ میں موجود ہے اور رہے گا۔استویٰ بمعنی تمامی کار
خود قرآن میں موجود ہے۔''فلما بلغ اشدہ واستوی.
(کتاب الیواقیت از امام شعرانی)۔

☆......اللہ تعالیٰ نے عرش کے ساتھ کوئی فعل فرمایا جس کا نام اس نے استواء رکھا جیسے زید وعمرو کے ساتھ افعال فرمائے تو ان کا نام رزق ونعمت وغیرہ رکھا گیا ہے۔

(کتاب الاسماء والصفات)۔

☆......جس طرح ''تخت نشینی'' سے مراد سلطنت ہوتی ہے، یعنی فلاں شخص تخت نشیں ہوا مراد بادشاہ ہوا اگرچہ اصلاً تخت پر نہ بیٹھا ہو، اس طرح یہ کہنا کہ فلاں کا ہاتھ کشادہ ہے، مرا دسخی ہے، اگرچہ وہ سرے سے ہاتھ نہ رکھتا ہو، حاصل یہ کہ استوا علی العرش سے مراد بادشا ہی ہے حقیقتاً بیٹھنا ہرگز نہیں، جب خلق کے بارے میں یہ محاورہ ہے کہ جس کا اٹھنا بیٹھنا ممکن ہے تو خالق کے بارے میں اس سے حقیقتاً اٹھنا بیٹھنا مراد لینا کتنے ظلم کی بات ہے۔

العیاذ باللہ تعالیٰ (ایضاً)

☆......استواء فعل ہے۔ جیسا کہ فرمایا عرش پر استواء کیا تو معلوم ہوا کہ استویٰ حادث ہے، قدیم نہیں تو حدوث افعال میں ہو سکتا ہے، صفات میں نہیں، ثابت ہوا کہ استواء اللہ کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اس کے کاموں میں سے ایک کام ہے جس کی کیفیت معلوم نہیں۔

☆......استواء سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کجی سے پاک ہے اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ صفات سلبی سے ہیں۔

☆......اگر علو مالکیت مراد ہو تو یہ صفات ذاتی سے ہے، کہ وہ اپنی مخلوق سے بلند وبالا ہے یعنی اسے بلندی سلطان حاصل ہے، اب پھر کا لفظ بحدوث عرش ہو گا۔

☆......استواء بمعنی قابو یعنی سب مملوکات پہ اس کا قابو ہے۔ عرش کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ سب مملوکات سے بڑا ہے۔ اس پر قابو ہونا سب پر قابو ہونے کی دلیل ہے،

نوٹ: اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا رسالہ قوارع القہار قابل دید ہے۔ آپ نے تمام پہلوؤں کا بخوبی جائزہ ہے۔

شان کرسی: قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا!

"وسع کرسیه السموات والا رض"

ترجمہ: یعنی سمار کھا ہے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو (البقرہ آیت ۲۵۵)

یہاں لفظ کرسی کو سامنے رکھ کر مجسمہ ومشبہ نے عجیب عقیدہ بنالیا کہ معاذ اللہ ذات باری تعالیٰ کرسی کے اوپر موجود ہے ابن قیم نے لکھا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش وکرسی کے اوپر ہے ،اوراس نے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں،" (قصیدہ نمونیہ ص ۳۱) نواب وحید الزمان نے لکھا ہے جب وہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو چار انگل بھی بڑی نہیں رہتی اور اس کے بوجھ سے چر چر کرتی ہے۔ (قرآن مترجم از وحید الزماں)۔

اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ رکھا جائے تو بے شمار آیات و احادیث کا انکار لازم آتا ہے بلکہ وہ محل حوادث ٹھہرتا ہے اور جو محل حوادث ہو حادث ہوتا ہے۔" تعالیٰ الله عن ذالک علوا کبیرا "لہذا ان تمام امکانی قباحتوں سے بچنے کیلئے علمائے حق نے آیات واحادیث محکمہ کی روشنی میں کرسی کے مندرجہ ذیل معانی و مفاہیم تحریر فرمائے ہیں۔

ا...... یہ لفظ بطور استعارہ استعمال ہوا ہے اس کا معنی قدرت وسلطنت ہے کہ جو سب زمینوں اور آسمانوں پہ محیط ہے۔

۲...... کرسی سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت کبریائی، شان وشوکت ہے اور قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ وہ مقام کعبہ میں ہو، جیسے یہ تنزہ ضروری ہے ویسے عرش وکرسی کے قرار سے تنزہ ایک قطعی امر ہے۔ (تفسیر کبیر امام فخر الدین جلد دوم ۱۸۸)

۳...... ایک جسم عظیم ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو گھیر رکھا ہے۔ یہ معتمد علیہ قول ہے کہ آیت کے الفاظ کو دلیل کے بغیر ظاہری معنوں سے نہیں پھیرنا پڑتا۔ ایک

حدیث مبارک بھی اسکی تائید کرتی ہے اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) کرسی کی وسعت کے سامنے سات آسمان ایسے ہیں جیسے صحرا میں ایک انگوٹھی، لیکن اس سے ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جسم عظیم پہ متمکن ہو، کیونکہ اس سے اس کی شان بے نیازی پہ حرف آتا ہے بس جس طرح اس نے بڑی بڑی عظیم چیزیں تخلیق فرمائیں ایسے ہی کرسی بھی اس کے عجائب قدرت میں شامل ہے۔ علم ہیئت والے اس کو آٹھواں آسمان یا فلک ج کہتے ہیں اور عرش کو نواں آسمان یا فلک اطلس (نور العرفان)،

۴...... یہ لفظ بطور تمثیل استعمال ہوا ہے کہ اس کی وسعت خی کا تصور، دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی شان جلالت کا نقش بٹھا دے۔ یہ معنی علامہ بیضاوی نے لیا ہے۔

۵...... مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کرسی سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم لیا ہے، یہ معنی لغت عربی کے قریب تر ہے کیونکہ کرسی سے کراستہ نکلا ہے، جس کا مطلب علم کو منضبط کرنے والے دفتر ہیں، عربی میں علماء کو کراسی بھی کہا جاتا ہے۔ امام بن جریر طبری نے اسے پسند کیا (تفسیر قرطبی)۔

حاصل بحث یہ کہ اگر کرسی سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت، شان وشوکت وغیرہ مراد ہے تو پھر اس کی صفت کاملہ ہوئی اور اگر کوئی جسم عظیم مراد ہے تو وہ محل حوادث ٹھہری ممکن الوجود رہی، ایسی صورت میں یہ کہنا کہ ذات تعالیٰ اسے اس کا اتصال ہے تو یہ اتصال جسمی متصور ہوگا یہ امر محال ہے اور اس کا ماننا کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس راز سربستہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ دوسرے بہت سے اسرار وغیوب کی طرح اس پر بھی ایمان بالغیب رکھیں اور اس کی کیفیت وماہیت اور حقیقت واصلیت پہ اپنا وقت اور دماغ ضائع نہ کریں اور آیت ”امنا به کل من عند ربنا“ کے مطابق حق تعالیٰ کی بارگاہ جلالت میں اپنا سر تسلیم خم کر دیں

کشف ساق:

قرآن حکیم میں آیت مبارکہ ہے۔

☆...... یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون o

یعنی جس دن پنڈلی کھل جائے گی اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کرسکیں گے۔

(سورۃ القلم آیت ۴۲)

اس کی تفسیر میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی ساق (قدرت) کھولے گا تو تمام اہل ایمان اس کو سجدہ کریں گے۔ اور جو دنیا میں صرف دکھاوے اور شہرت کیلئے سجدہ کرتے تھے، جب وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی کمر تختے کی مانند ہو جائے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

آیت وحدیث میں وارد لفظ ساق کا لغوی معنی ''پنڈلی'' ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محض اس معنی کے اعتبار سے نسبت دینا اس کے شایان شان نہیں۔ کیونکہ آیات و احادیث تنزیہ کا تقاضہ ہے کہ وہ ساق وغیرہ سے پاک ہے، پھر یہاں ساق کا کیا مفہوم و معنی متعین ہوگا اس سلسلہ میں علمائے حق کے افکار ملاحظہ کیجئے۔

۱...... کشف ساق، عربی میں بطور محاورہ استعمال ہوا ہے جس کو حقیقی معنوں پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے مراد شدت قیامت کا جوبن ہے۔

۲...... کچھ صحابہ کرام کا قول ہے، کشف عن ساق سے مراد جب محشر کی ہولنا کی ظاہر ہوگی، یہ قول ابن جریر طبری نے نقل فرمایا ہے۔

۳۔...... قدیم عربی کا محاورہ تھا کہ جنگ نے اپنی ساق کھول دی یعنی جنگ شدید ہوگئی۔

حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی ساق (قدرت) کو کھولے گا۔ یعنی قیامت کی

ہماہمی کو اور تیز کرے گا۔ یہ مفہوم ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

۴۔...... کشف ساق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تجلی خاص فرمائے گا ابن کثیر کے نزدیک یہ قول مختار ہے۔ حدیث پاک بھی ہے کہ حضور ﷺ سے کشف ساق کا معنی پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک نور عظیم ظاہر کرے گا۔

بہر حال سب علمائے حق کا فیصلہ ہے کہ ساق سے مراد جسم نہیں جسے کھولا جائے ۔وہ ذات اس سے منزہ ومبرا ہے ان مفاہیم وافکار کو بیان کر کے وہ وہی کہتے ہیں جو کہنا چاہئے ''امنا به کل من عند ربنا '' ہم ایمان لائے کہ ہر شئے ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

صفت وجہ:

قرآن حکیم میں لفظ ''وجہ'' بھی اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ وجہ کا لفظی معنی منہ، چہرہ، رخ ہے۔ چونکہ یہ لفظ اس معنی کے اعتبار سے تنزیہ باری کے خلاف ہے اسلئے تاویل سے کام لیا گیا اور اس کا ترجمہ کیا گیا ذات، رحمت، رضا، خوشنودی کہ شبہ سے نجات حاصل ہو سکے۔ اب اس کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱...... ''فاینما تو لوا فثم وجه الله''

تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ (سورۃ ۲ آیت ۱۱۵)

۲...... ''و ما تنفقو ن الا ابتغاء وجه الله''

ترجمہ: اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی مرضی چاہنے کیلئے۔ (سورۃ ۲ آیت ۲۷۲)

۳...... ''والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم''

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو۔ (سورۃ ۱۳ آیت ۲۲)

۴...... ''و یبقی وجه ربک ذو الجلال والا کرام''

ترجمہ: اور باقی تمہارے رب کی ذات عظمت و بزرگی والا۔ (سورۃ ۵۵ آیت ۲۷)

ان آیات قدسیہ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ سے لیا ہے اور یہی ترجمہ مزاج کلام کے زیادہ قریب ہے باقی حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ واقف ہے یا اس کے بتانے سے اس کا محبوب، بہر حال یہ تو طے ہے کہ لفظ وجہ سے کوئی ایسی چیز مراد نہیں جس پہ جسم کا اطلاق ہو، کیونکہ اس سے جہت وسمات اور تمثیل و تشبیہ کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔اور ذات واجب کو حدوث و امکان سے داغدار ماننا پڑتا ہے۔

☆......وتعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً٥

مراد نفس:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ نفس بھی وارد ہے۔ یوں تو اس کا معنی دل و جان وغیرہ ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوگا تو اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ مثلاً ذات، علم، ذمہ، غضب وغیرہ اب اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے ترجمہ قرآن سے اس کی مثالیں دیکھئے۔

ا......"تعلم مافی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب"

ترجمہ: تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا۔ (سورہ ۵ آیت ۱۱۶)

۲......"کتب علی نفسه الرحمه"

ترجمہ: اس نے اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت لکھ لی (سورہ ۶ آیت ۱۲)

۳......"واصطنعتک لنفسی"

ترجمہ: اور میں نے تمہیں خاص اپنے لیے بنایا۔ (سورہ ۲۰ آیت ۴۱)

۴......''و یحذر کم اللہ نفسہ''

ترجمہ: اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔ حضرت پیر کرم شاہ صاحب نے اس کا ترجمہ عتاب اور عذاب بھی کیا ہے۔ (سورۃ ۳۰ آیت ۲۸)

ان آیات قدسیہ میں اگر نفس کا لفظی ترجمہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی توہین لازم آئیگی۔ کیوں کہ وہ ذات روح ونفس اور دل وجان کی محتاج نہیں ہے۔ یہ سب تو اس کی مخلوق میں شامل ہیں۔ بھلا خالق کیسے مخلوق کا نیازمند ہوسکتا ہے۔

تفسیر ید:

قرآن حکیم میں لفظ ید بھی متعدد بار آیا ہے۔ ید کا لفظی معنی ہاتھ ہے۔ لیکن تاویلی معنی وسعت کرم، جود بے پایاں، بے پناہ مہربانی اور قدرت کاملہ وغیرہ کے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

۱......''بل یداہ مبسوطتٰن''

ترجمہ: اس کے ہاتھ کشادہ ہیں۔ مراد بے حد کرم اور مہربانی کہ دوستوں کو بھی نوازے اور دشمنوں کو بھی محروم نہ کرے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ہاتھ اور ہاتھ کھولنے سے پاک ہے (نور العرفان سورۃ المائدہ)

۲......''انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعا ما''

ترجمہ: ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کیلئے پیدا کئے۔ (سورہ ۳۶ آیت ۷۱) ''ہاتھ سے مراد قدرت کاملہ ہے یعنی تمام جانور ہم نے صرف اپنی قدرت سے بنائے'' (نور العرفان) ید وقدرت کے معنی سے قرب حاصل ہے یعنی ید اور قدرت کے معنی قریب قریب ہیں۔ یہ امام اشعری کا قول ہے۔

۳......'' والارض جمیعا قبضتہ یو م القیمۃ والسموات مطویت

بیمینہ"

ترجمہ: اور وہ سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپٹا دیئے جائیں گے۔ (سورہ ۳۹ آیت ۶۷)

حدیث میں ید کے ساتھ اصبع یعنی انگلی کا لفظ بھی استعمال ہوا۔ بخاری کتاب التفسیر میں ہے، ایک یہودی عالم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے محمد! ہم تورات میں پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو اپنی انگلی میں رکھتا ہے۔ درختوں مٹی، پانی، اور ساری مخلوق کو اپنی انگلی میں لے کر فرماتا ہے۔ "انا الملک" میں سب کا مالک ہوں، پس نبی کریم ہنس پڑے یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے گویا یہ اس کی تصدیق تھی۔ پھر آپ نے آیت کریمہ پڑھی۔

"وما قدر وا اللہ حق قدرہ والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ" (الخ)

یہاں انگلی سے مراد قدرت کاملہ، غلبہ تام اور جاہ و جبروت ہے، درحقیقت وہ بتانا چاہتا ہے کہ جس کی اصبع قدرت کا یہ عالم ہے کہ سب مخلوقات ارضی و سماوی اس کے اشارے پہ بنتی اور مٹتی ہیں اس کے ید قدرت کا کیا عالم ہوگا۔

لفظ عین:

قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کیلیے لفظ عین بھی استعمال فرمایا، عین کا ظاہری معنی آنکھ یعنی آلہ بصارت اور تاویلی معنی حفاظت و نگرانی وغیرہ مثال دیکھیے۔

۱......"اصنع الفلک باعیننا و وحینا"

ترجمہ: کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا (سورہ ۲۰ آیت ۲۷)

۲......"ولتصنع علی عینی"

ترجمہ: اس لئے کہ تو ہماری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔ (سورہ ۲۰ آیت ۳۹)

۳......"فانک باعیننا"

ترجمہ: بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ (سورہ ۵۲ آیت ۴۸)

۴......تجری باعیننا"

ترجمہ: کہ ہماری نگاہ کے سامنے بہتی رہی۔ (سورہ ۵۴ آیت ۱۴) یعنی وہ کشتی ہماری حفاظت کی وجہ سے محفوظ رہی۔ (نور العرفان)

قربت و معیت:

قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی قربت و معیت کا ذکر فرمایا ہے۔

۱......واذا سالک عبادی عنی فانی قریب"

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ (سورہ ۲ آیت ۱۸۵)

۲...... نحن اقرب الیہ من حبل الورید"

ترجمہ: اور ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ (سورہ ۵۰ آیت ۱۶)

۳......وھو معکم این ما کنتم"

ترجمہ: اور تم لوگ کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (سورہ ۵۷ آیت ۴۰)

اس قربت و معیت کی نوعیت کیا ہے، ذاتی ہے یا صفاتی، اس میں علما و صوفیہ کا اختلاف ہے۔ علما کہتے ہیں یہ قربت و معیت صفاتی ہے یعنی وہ اپنے علم و قدرت، رحمت و رافت کے لحاظ سے قریب ہے جیسا کہ قرآن کہتا ہے۔

"ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین"

ترجمہ: بے شک اللہ کی رحمت اہل احسان کے قریب ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ" نحن ھو، انی" صفات سے مراد و مصداق ذات واجب تعالیٰ ہے نہ کہ محض صفات، حضرت

امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے اس قرب و معیت اور احاطہ سے وہ مراد نہیں جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں بقول خواجہ بزرگ۔

ہنوز ایوان استغنا بلند است مرا فکر رسیدن ناپسند است

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیاء کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے اس کے قرب اور احاطہ اور معیت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے۔ اس کو احاطہ علمی کہنا بھی متشابہ تاویلوں سے ہے لیکن ہم ان تاویلوں کے قائل نہیں۔ (مکتوب ۲۶۶ دفتر اول)

"وہ قریب ہے لیکن ایسے قرب کے ساتھ نہیں جو ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے لیکن معیت متعارفہ کے ساتھ نہیں۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ فراخی والا ہے، احاطہ کرنے والا ہے، قربت والا ہے، قریب ہے، ہمارے ساتھ ہے لیکن ان کی صفات کی کیفیات کو سمجھنے سے قاصر ہیں، کہ وہ کیسی ہیں اور کچھ اس سلسلے میں ہم سمجھتے ہیں اس پر یقین کرنا مجسمہ کے مذہب میں قدم رکھنا ہے" (مکتوب ۶۷ دفتر سوم)

میرے خیال میں اس سے زیادہ اور لکھا بھی کیا جا سکتا ہے کہ انسان ہمہ وقت اس کی ذات و صفات کے سامنے اپنی عقل و فکر کی نارسائی اور کوتاہ ہمتی کا اعتراف کرلے۔ ادراک اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم لاکھ ہاتھ پاؤں ماریں، ہزار سر پٹخیں، اسکو سمجھنے سے عاری ہیں، جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جیسے شہسوار معرفت کہہ رہے ہیں کہ اسکی معرفت کا ادراک حاصل کرنے سے عاجز آنا ہی اس کا ادراک ہے تو دوسرے کی کیا بساط ہے کہ اس کے کنہ کو پا سکے۔

☆☆☆

تمثیلات قرآنی
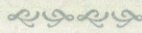
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم مطلق جل شانہ، نے اپنی کتاب لم یزل میں بہت سے احکام و معارف کو تمثیلی انداز میں بیان فرمایا ہے کہ ہر انسان ان کی گہرائی تک پہنچ جائے۔ اور غور و فکر سے کام لے کر اس کی حکمتوں کو سمجھ سکے۔ قرآن پاک میں ہے۔ ''و تلک الامثال نضر بھا للناس لعلھم یتفکرون'' (سورۃ الحشر ۲۱) اور یہ مثالیں لوگوں کیلئے ہم بیان کرتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

یعنی عقل و شعور کے بند زاویوں کو کھولیں اور اس راستے کو پہچانیں کہ ان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ جو منزل حقیقی سے آشنا کرتا ہے۔ اس نور بصیرت کو پیدا کریں جو حق و باطل اور دوست و دشمن کی تمیز سکھاتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن پاک نے اپنے اعجاز بیان سے کس طرح چند لفظوں کے کوزے میں افکار و معانی کا سمندر سمو دیا ہے۔

دو فریقوں کی مثال:

اللہ تعالیٰ نے دو فریقوں کی مثال بیان فرمائی کہ

☆...... جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں، اور وہی آخرت کے منکر

ہیں وہ تھکانے والے نہیں زمین میں اور نہ اللہ سے جدا ان کے کوئی حمایتی، انہیں عذاب پر عذاب ہوگا، وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جان گھاٹے میں ڈالی اور ان سے کھوئی گئیں جو باتیں وہ جوڑتے تھے۔ خواہ نخواہ وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اپنے رب کی طرف رجوع لائے وہ جنت والے ہی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں فریقوں کا حال ایسا ہے ایک اندھا اور بہرا دوسرا اور سنتا دیکھتا کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے (سورۃ ہود آیت ۲۷ تا ۲۴)

کافروں کی مثال:

☆......اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ اور پکار کے سوا کچھ نہ سنے، بہرے، گونگے، اندھے تو انہیں سمجھ نہیں (سورۃ البقرہ آیت ۱۷۱)۔ اور ان جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے، بے شک سب جانوروں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بدتر ہیں جو بہرے، گونگے ہیں جن کو عقل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اگر ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے۔ (سورۃ الانفال آیت نمبر ۲۲ ۲۳)

کافروں کے عمل:

☆......اور ہر سرکش، ہٹ دھرم، نامراد ہوا جہنم اس کے پیچھے لگی اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا اور گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہو گی۔ اور اسے ہر طرف سے موت آئیگی، اور مرے گا نہیں، اور اس کے پیچھے گاڑھا عذاب ہے۔ اپنے رب کے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے عمل ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا، آندھی کے دن میں، ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا، یہی ہے دور کی

گمراہی۔ (سورۃ ابراہیم آیت ۱۶، ۱۷، ۱۸)

اور جو کافر ہوئے ان کے کام ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ہوا ریتا کسی جنگل میں کہ پیاسا اسے پانی سمجھے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا اور اللہ کو اپنے قریب پایا تو اس نے اس کا حساب پورا بھر دیا، اور اللہ جلد حساب کر لیتا ہے یا اندھیریاں کسی کنڈے کے دریا میں اس کے اوپر موج، موج کے اوپر اور موج اس کے اوپر بادل اندھیرے ایک پر ایک اور جب اپنا ہاتھ نکالے تو سوجھائی دیتا معلوم نہ ہو اور جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے اس کیلئے کہیں نور نہیں۔ (سورۃ النور آیت ۳۹، ۴۰)

آگاہی:

یعنی کافروں کے نیک اعمال بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی مضبوط گرفت سے نہیں بچا سکیں گے۔ ان کی مثال تو سراب کی طرح ہے جو بے آب و گیاہ بیابانوں میں پیاسے مسافروں کو تڑپا تڑپا کر آخر کار موت کے سنگین پنجوں میں پہنچا دیتا ہے۔ ثابت ہوا کہ بخشش و مغفرت کیلئے عقیدے کا درست ہونا ضروری ہے۔ چونکہ کافروں کا عقیدہ درست نہیں اس لئے اچھے کام بھی راکھ کا ڈھیر ہی ہوں گے، ایسا فریب نظر یا اندھیروں کے ہولناک سائے. "ان فی ذلک لعبرۃ الأولی الابصار"

کافروں کو دعوت فکر:

☆......اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے، نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے سزاوار قرب، بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انہوں نے ان کو دھوکا دیا۔ تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گویا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ، جانے والوں کے ساتھ (سورۃ التحریم آیت ۱۰)

آگاہی:

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام واعلہ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واہلہ تھا، دونوں نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں کی تعلیمات کو جھٹلایا اور شومی قسمت کہ اپنے گھر میں بہتے ہوئے ایمان کے سرچشموں سے سیراب نہ ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کی مثال اس لئے بیان کی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کے پیغمبروں کے دامن ہدایت سے وابستہ ہوئے بغیر بھی نجات ہوسکتی ہے۔ چونکہ ان کا عقیدہ درست نہیں تھا اس لئے قیامت کے دن ان کا کوئی چارہ ساز نہیں ہوگا اگر عقیدہ درست ہوتا تو ان نبیوں کی نسبت ضرور فائدہ دیتی، جیسے باقی ازواج انبیاء کو فائدہ دے گی بلکہ انہیں ساری مخلوق خدا سے ممتاز کرے گی۔

مشرکوں کی مثال:

☆...... ایک اللہ کے ہو کر رہو کہ اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا کہ اسے کسی اور جگہ پھینکتی ہے۔ (سورہ الحج آیت ۳۱)۔

☆...... ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور مالک بنا لئے ہیں مکڑی کی طرح ہے اس نے جالے کا گھر بنایا اور بے شک سب گھروں میں کمزور مکڑی کا گھر ہے کیا اچھا ہوتا اگر جانتے (سورۃ العنکبوت آیت ۴۱)۔

☆...... اللہ تمہارے لیئے ایک کہاوت بیان فرماتا ہے۔ خود تمہارے اپنے حال سے کیا تمہارے لئے تمہارے ہاتھ کے مال غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں، اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی تو تم سب اس میں برابر ہو، تم ان سے ڈرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو، ہم ایسی مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں عقل والوں کیلئے، بلکہ

اپنی خواہشوں کے پیچھے ہو لئے بے جانے، تو اسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور ان کا کوئی مدد گار نہیں۔ (سورۃ الروم آیت ۲۸، ۲۹)

گمراہ کی مثال:

☆......اے محبوب انہیں اس کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں، تو وہ اس سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔ اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا، تو اس کا حال کتے کی طرح ہے کہ اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑے تو زبان نکالے۔ یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہ وہ دھیان کریں۔ کیا بری کہاوت ہے ان کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی جان کا برا کرتے رہے۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۵ تا ۱۷۷)۔

آگاہی:

ان آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ایک زاہد شب زندہ دار کا قصہ ہے اس کا نام بلعم بن باعور تھا، اس نے اپنے علم و فضل، زہد و طہارت پہ ناز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے خلاف بد دعا کی، بس پیغمبر برحق کے خلاف اس جرات و جسارت نے اس کے ایمان کا بیڑا غرق کر دیا۔ اس کی زبان نکل کر اس کے سینے تک آ گئی اور وہ کتے کی طرح ہانپتا ہوا واصل جہنم ہو گیا، اس عبرت افروز واقعے نے ثابت کر دیا کہ اگر چہ زہد و طہارت علم و فضل انسان کا زیور ہے اور خود قرآن پاک نے اس پر زور دیا ہے مگر پیغمبر حق کی توہین زنگ بن کر اس کی چکا چوند کو گہنا دیتی ہے۔ یاد رہے کہ سب سے کم تر گستاخی کسی کے سامنے اپنی آواز بلند کرنا ہے۔ پیغمبر برحق کی بارگاہ میں کم تر گستاخی کی سزا بھی اتنی روح فرسا ہے کہ اپنی آواز کو بلند کرنے والے

کے تمام اعمال غارت ہو جاتے ہیں، پھر بڑی گستاخی کی سزا کتنی ہو گی؟ بلعم بن باعور خدا کا مخالف تو نہیں ہوا تھا، پیغمبر برحق کا مخالف ہوا تھا، نہ علم کام آیا، نہ زہد وطہارت، پیغمبر برحق کی دشمنی نے ہمیشہ کے لئے دوزخ کے اندھیروں میں دھکیل دیا، آہ

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں

دربدر یونہی خوار پھرتے ہیں

اہل تورات کی مثال:

☆......ان کی مثال جن پر تورات لکھی گئی تھی، پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی، گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے، کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتیں جھٹلائیں، اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا، تم فرماؤ اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو، اور لوگ نہیں، تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی مرنے کی آرزو نہ کریں گے ان کرتوتوں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ (سورہ الجمعہ آیت ۵، ۷)۔

آگاہی:

یہاں علمائے یہود کی زبردست مذمت بیان کی گئی جو دوسروں کو نیکی پرہیزگاری کا درس دیتے اور خود عمل سے عاری تھے بالکل اس گدھے کی طرح جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے لیکن ان کتابوں کی تعلیمات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس مثال سے ہمارے ان وعظ فروش علماء کو عبرت پکڑنی چاہیے جو منبر رسول پہ جبہ ودستار سے لیس ہو کر اخلاقیات کا پرچار کرتے ہیں مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ اہل تورات میں دوسری بیماری یہ تھی کہ وہ خود کو ساری دنیا سے افضل واعلیٰ سمجھتے اور یہاں تک زعم باطل کا شکار تھے کہ "ہمیں آگ نہیں چھوئے گی مگر تھوڑے دنوں کیلئے (سورہ البقرہ) گویا ان کا گمان تھا کہ چونکہ

اللہ تعالیٰ کے بہت قریبی ہیں اس لئے وہ ہمیں چھوڑ دے گا، اس مثال میں ان کے تصوراتی آشیانوں پہ بجلی گرائی گئی ہے وہ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے قریب ہو تو موت سے کیوں ڈرتے ہو، ذرا مرنے کے بعد قبر کی وحشتوں میں آکر دیکھنا، نبی آخر الزماں ﷺ کی عظمتوں کا انکار کرنے کی کیا سزا ہے۔ یہودیوں کا موت سے ڈرنا اس امر کا ثبوت کہ ہے وہ نبی آخر الزماں ﷺ کے انکار کو اخروی عذاب، وخسران کا باعث سمجھتے تھے، افسوس کہ ان کی ازلی ہٹ دھرمی، تعصب مزاجی اور نفس پرستی کے گھناؤنے سایوں نے خورشید ہدایت کی کرنوں سے ضیایاب نہ ہونے دیا۔ قرآن پاک نے ان کی محرومی کا ذکر مزید مثال دے کر فرمایا۔

☆......تو وہ پتھروں کی مثل ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ (سورالبقرہ آیت ۷۴)۔

منافقوں کی مثال:

☆......ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا۔ اللہ اس کا نور لے گیا، اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا، کہ کچھ نہیں سوجھتا بہرے، گونگے، اندھے تو پھر وہ آنے والے نہیں یا جیسے آسمان سے اترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک، اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں، کڑک کے سبب، موت کے خوف سے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہوں کو اچک لے جائے گی، جب کچھ چمک ہوئی، اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے، اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے

جاتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۷ تا ۲۰)

آگاہی:

اس مثال کی تفسیر وتشریح حضرت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ سے سنیئے اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقین نے ظاہری اسلام سے دنیاوی نفع تو حاصل کرلیا کہ ان کی جان و مال غازیان اسلام سے محفوظ رہے مگر اخروی نفع حاصل نہ کر سکے وہاں سخت عذاب میں مبتلا ہونگے (ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار) معلوم ہوا کہ جس آنکھ سے اللہ کی آیات نہ دیکھی جائیں، وہ اندھی ہے، جن کانوں سے رب کا کلام نہ سنا جائے وہ بہرے ہیں، جس زبان سے حمد الٰہی اور نعت مصطفیٰ ﷺ ادا نہ ہووہ گونگی ہے کیونکہ اعضا نے اپنا حق پیدائش ادا نہ کیا۔ خیال رہے بادل و بارش سایہ والوں کیلئے رحمت اور بے سایہ یعنی جنگل کے مسافروں کیلئے عذاب ہوتی ہے۔ حضور آسمان نبوت ہیں، قرآن اس کا بادل، احکام قرآنی بارش آیات عذاب، گرج، آیات حدود، کڑک ہے، سایہ والے صحابہ کیلئے یہ سب کچھ رحمت ہے کیونکہ بے سایہ نبی کے سایہ میں ہیں، منافقین کیلئے عذاب ہے سبحان اللہ کیسی نفیس مثال ہے

یا قرآن تو روحانی بارش ہے، اس کے دلائل بجلی کی کوند ہیں، رب کے عذاب کا ذکران کی گرج ہے۔ ان کے کفر کے بیان ان کیلئے اندھیریاں ہیں۔ جیسے اندھیری رات میں جنگل میں پھنسا ہوا مسافر بجلی کی چمک سے کچھ راستہ چل لیتا ہے اور گرج سے گھبراتا ہے، بجلی کی روشنی ختم ہونے پر کھڑا رہ جاتا ہے۔ ایسے ہی ان منافقوں کا حال ہے، اسلام کا غلبہ دیکھ کر منافق کچھ مائل بہ اسلام ہوتے ہیں اور کسی مشقت کے درپیش آنے پر کفر کی تاریکی میں حیران پریشان کھڑے رہ جاتے ہیں، (نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ٦)

حق اور باطل کی مثال:

☆...... اس نے آسمان سے پانی اتارا، تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے، تو پانی کی رو اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور جس پر آگ دھکاتے ہیں۔ زیورات اور اسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے، اللہ یونہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ (سورۃ الرعد آیت ۱۷)

نیکی و بدی کی مثال:

☆...... کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی۔ جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے۔ اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں اور گندی بات کی مثال جیسے ایک گندا پیڑ کہ زمین کے اوپر کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں۔

(سورۃ ابراہیم آیت ۲۴ تا ۲۶)

آگاہی:

معلوم ہوا کہ ہمیشہ نیکی کو پاکیزگی و مضبوطی حاصل ہوتی ہے، اور نیکی کا ثمر و دنیا و آخرت میں کام آتا ہے، بدی کو دوام نہیں۔ وہ پانی کے بلبلے کی طرح ناپائیدار ہوتی ہے،

دو آدمی:

☆...... اور ان کے سامنے دو آدمیوں کا حال بیان کرو ان میں ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے اور ان کو کھجوروں سے ڈھانپ لیا، اور ان کے بیچ بیچ میں کھیتی رکھی دونوں باغ اپنے پھل لائے اور اس میں کچھ کمی نہ دی، اور دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہادی اور وہ پھل رکھتا تھا تو اپنے ساتھی سے بولا اور وہ اس سے ردو بدل کرتا تھا میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں، آدمیوں کا زیادہ زور رکھتا ہوں۔ اپنے باغ میں گیا اور اپنی جان پر ظلم کرتا

ہوا بولا مجھے گمان نہیں کہ یہ کبھی فنا ہوگا۔ میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہو،، اور اگر میں اپنے رب کی طرف سے پھر گیا بھی تو ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے اس سے الٹا پھیر کرتے ہوئے جواب دیا، کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ جس نے تجھے مٹی سے بنایا، پھر نتھرے پانی کی بوند سے، پھر تجھے ٹھیک مرد کیا۔ لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ ہی میرا رب ہے۔ اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ہوں اور کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہا ہوتا جو چاہے اللہ، ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا۔ اگر تو مجھے اپنے سے مال اور اولاد میں کم دیکھتا ہے۔ تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے اچھا دے۔ اور تیرے باغ پہ آسمان سے بجلیاں اتارے تو وہ فوراً میدان ہو کر رہ جائے یا اس کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے اور اس کے پھل گھیر لئے گئے تو اپنا ہاتھ ملتا رہ گیا اس لاگت پر جو اس نے باغ پر خرچ کی تھی، اور وہ اپنی ٹہنیوں پر گرا ہوا تھا اور کہہ رہا ہے اے کاش میں اپنے رب کا کسی کو شریک نہ کیا ہوتا اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی، نہ بدلا لینے کے قابل تھا یہاں کھلتا ہے کہ اختیار سچے اللہ کا ہے، اس کا ثواب سب سے بہتر اور اسے ماننے کا انجام سب سے بھلا۔

(سورۃ الکہف آیت ۳۲ تا ۴۴)۔

آگاہی:

معلوم ہوا کہ کافر کی نظر محدود ہوتی ہے، وہ اسی عارضی زندگی کی پر فریب رنگینیوں کو ابدی تصور کرتا ہے اور مومن، آخرت کی لامحدود نعمتوں پر یقین رکھتا ہے کافر مہربان پروردگار کا شکریہ ادا نہیں کرتا اور مومن سراپا عجز و نیاز ہوتا ہے، اپنے رب کریم کی حمد و توصیف بیان کرتا ہے کہ کافر کا مال و زر، اولاد و احباب اس کے کسی کام نہ آئیں گے

، وہ ہمیشہ کف افسوس ملتا رہے گا، پچھتاوا اس کا مقدر بن جائے گا اور مومن چونکہ متو کل علی اللہ ہوتا ہے اس لئے خیر وثواب کے اجالے اسکا استقبال کریں گے، فوز وفلاح کے پروانے اس کے قدم چومیں گے۔ (ربنا توفنا مع الابرار)۔

دنیا کیا ہے؟:

☆ ...... اور ان کے سامنے حیات دنیا کی کہاوت بیان کرو جیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا کہ سوکھی گھاس ہو گیا، جسے ہوائیں اڑاتی پھریں، اور اللہ ہر چیز پر قابو والا ہے۔ مال اور بیٹے جیتی دنیا کا سنگھار ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ہیں، ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہت بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی ہیں۔ (سورۃ الکھف آیت ۴۵، ۴۶)

☆ ...... اور جان لو کہ دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور آسائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا، اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا، اس مینہ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے، پھر پامال ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا، اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔ بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس کی جنت کی طرف جسکی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ، تیار ہوئی ہے ان کی لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (سورۃ الحدید آیت ۲۰، ۲۱)

☆ ...... دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے۔ جیسے وہ پانی کہ ہم آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں سب گھنی ہو کر نکلیں جو کچھ آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ زمین نے اپنا سنگھار لے لیا اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آگئی۔ ہمارا حکم اس پر آیا رات میں یا دن میں تو ہم نے

اسے کر دیا کاٹی ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں، ہم یوں ہی آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لئے۔ (سورۃ یونس آیت ۲۴)

غلام کی مثال:

☆...... اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی، ایک بندہ ہے وہ دوسرے کی ملک، آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپے اور ظاہر، کیا وہ برابر ہو جائیں گے؟ سب خوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ ان میں اکثر کو خبر نہیں۔ (سورۃ النحل آیت ۷۵)

☆...... اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی دو مردوں کی ایک گونگا جو کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے۔ جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے کیا برابر ہو گا یہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔ (سورۃ النحل آیت ۷۶)

آگاہی:

قرآن پاک ذہن وضمیر کے بند دروازوں پر دستک دے رہا ہے۔ جب آقا اور غلام برابر نہیں ہو سکتے حالانکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، پھر کوئی بندہ، اللہ تعالیٰ کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ یا کوئی انسان آقاؤں کے آقا، شہنشاؤں کے شہنشاہ حضور سرور عالم ﷺ کی ہمسری کیسے کر سکتا ہے۔ کہاں عقل نارسا کا شکار آدمی، کہاں رسول مختار کا مقام،

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

عورت کی مثال:

☆......اور اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا، اپنی قسمیں آپس میں ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو کہ کہیں ایک گروہ دوسرے

گروہ سے زیادہ نہ ہو، اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے۔ اور ضرور تم پر صاف ظاہر کردے گا

قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے۔ (سورہ النحل آیت ۹۲)

آگاہی:

یہاں ان لوگوں کو جھنجھوڑا جا رہا ہے جو ادھر قسمیں اٹھا کر وعدے کرتے ہیں اور ادھر کفر کا زور و شور دیکھ کر وعدے سے منحرف ہو جاتے ہیں اور اپنی شرمناک بے وفائی کا احساس تک نہیں کرتے، یہ ایسے ہی ہے کہ ایک عورت سوت کاتے اور خود اپنے ہاتھوں سے اس کا تار تار کر دے، اسلام میں اس بے وفائی کا کوئی تصور نہیں، اسلام تو کہتا ہے کہ

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

دکھاوے کی خیرات:

☆ ...... اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کیطرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرے، اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے، تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے۔ اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر بنا دیا۔ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور کافروں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۶۴)۔

رضائے الٰہی کیلئے:

☆ ......اور ان لوگوں کی کہاوت جو اپنے مال میں اللہ کی رضا چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو، اس باغ کی سی مثال ہے جو بھور پر ہو اس پر زور کا پانی تو وہ دو گنا میوے لایا پھر اگر زور کا مینہ اسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے، اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو، کھجوروں اور انگوروں

کے نیچے ندیاں بہتیں، اس کیلئے اسمیں ہر قسم کے پھلوں سے ہے، اور اسے بڑھاپا آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولا جس میں آگ تھی تو جل گیا، ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۶۵، ۲۶۶)۔

☆...... ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس دانہ کی طرح ہے جس نے اگائیں سات بالیں، ہر بالی میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی بڑھائے جس کیلئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۶۱)۔

حضرت عزیر علیہ السلام کی مثال:

☆...... یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر بولا اسے کیونکر زندہ کرے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس، پھر زندہ کر دیا اور فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا، عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں یا کچھ کم، فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے ہیں اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کر اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں، اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو کیونکہ ہم انہیں اٹھان دیتے اور انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا ''اعلم ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر'' میں جانتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال:

☆...... عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا فوراً ہو جاتا ہے۔ (سورہ آل عمران آیت ۵۹)

آگاہی:

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں، کاش ان

کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر یقین ہوتا کہ اگر وہ قادر مطلق حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف بغیر باپ کے پیدا کیوں نہیں کر سکتا؟ لہذا عیسائی حضرات کو اپنی عقل نارسا کے گھوڑے دوڑانے سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے اس ظہور کو اس طرح تسلیم کریں کہ عقیدہ توحید کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ قرآن پاک نے مذکورہ صدر مثال میں اس کا راستہ بھی بتا دیا ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی مثال:

☆...... اور اللہ مسلمانوں کیلئے مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی کی کہ جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے رہائی عطا فرما۔ (سورۃ التحریم آیت ۱۱)

آگاہی:

حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا، فرعون کے گھر تھیں چونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش میں حصہ لیا تھا وہ آپ کے پاکیزہ حالات و معجزات سے آشنا تھیں، لہذا آپ کے اعلان نبوت پر فوراً ایمان لے آئیں، ان کے اس عمل پر فرعون ان کو بڑی بڑی سخت سزائیں دیتا تھا مضبوط رسیوں سے ہاتھ پاؤں باندھتا تو کبھی کڑی دھوپ میں پھینک دیتا، فرعون نے ظلم وستم کی انتہا کر دی مگر اللہ کی اس برگزیدہ بندی نے استقامت کا وہ مظاہرہ کیا کہ تاریخ عزم و وفا کا تابناک حوالہ بن گئی۔ قرآن پاک نے اہل ایمان کو بتایا ہے کہ دیکھو! دیکھو، دنیا کے مصائب و آلام سے گھبرا کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دینا۔ بلکہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی طرح کانٹوں پر سفر کرنا پڑے تو کر لینا، رضائے الٰہی مل گئی تو اللہ کے فضل سے کانٹے بھی پھولوں کی صورت بدل لیں گے اور دنیا کے مصائب و آلام راحت و سکون میں ڈھل جائیں گے۔

نورخدا کی مثال:

☆...... اللہ نور ہے آسمانوں اورزمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی جیسے طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہے گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے، برکت والے پیڑ زیتون، سے جو نہ، پورب کا نہ پچھم کا، قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی راہ بناتا ہے۔ جسے چاہے اور اللہ مثالیں بیان کرتا ہے لوگوں کیلئے اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (سورہ النور آیت ۳۵)

آگاہی:

تفسیر خازن میں موجود ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے نور کی مثال دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگے۔

"یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مثال دی ہے، پس طاق حضور کا سینہ ہے اور فانوس حضور کا دل مبارک اور اس میں چراغ نبوت اور شجرہ مبارکہ نبوت کا درخت ہے، یعنی قریب ہے کہ نور مصطفیٰ ﷺ چمک جائے اور لوگوں پر واضح ہو جائے اگر چہ آپ زبان سے کچھ بھی نہ فرمائیں"

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی مثال نہیں خود فرماتا ہے "لیس کمثلہ شی" اس آیت مقدس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے نور کو اپنا نور قرار دیا، یہ اضافت تشریفی ہے۔ جیسے ناقۃ اللہ، اللہ کا گھر، اللہ تعالیٰ اوٹنی پر چڑھنے سے پاک اور گھر میں رہنے سے پاک ہے، صرف ان چیزوں کو اپنے ساتھ منسوب کر کے ان کی قدر و قیمت اور جاہ و منزلت میں اضافہ فرمایا، اسی طرح اپنے محبوب کی ذات کو اپنا نور کہا، العیاذ باللہ اس معنی میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور ٹکڑے ہوا، اور ایک ٹکڑے سے حضور معرض وجود میں آ گئے

یہ کسی بھی مسلمان کا عقیدہ نہیں بلکہ اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے نور کو اپنی طرف منسوب کر کے کائنات میں بے مثل فضیلت سے سرفراز فرمایا۔ ''ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء'' یہاں ایک شبہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے ظاہر ہے مثال بھی اس کے نور کی ہوگی، حضور کے نور کی کیسے ہوگئی عرض ہے کہ عظیم مفسرین کرام نے نور کا مطلب ظاہر، ظاہر کرنے والا روشن کرنے والا موجد، رہبر، ہادی بھی کیا ہے۔ لہذا شبہ جاتا رہا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی وسعتوں میں اپنے محبوب ﷺ کے نور نبوت کو اپنے ساتھ نسبت تشریفی دے کر ظاہر کرنے والا، روشن کرنے والا ہے، یا آسمانوں اور زمین کو تخلیق کر کے اپنے محبوب ﷺ کے نور رسالت سے اپنی تدبیر و ہدایت کی کرنیں پھیلانے والا ہے۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے بارگاہ رسالت میں کیا خوب عرض کیا ہے۔

چشم ہستی صفت دیدۂ اعمیٰ ہوتی

دیدہ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

☆☆☆

قرآن حکیم کی معجزانہ تاثیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ شاہد ہے کہ اہل عرب اپنی خداداد فصاحت و بلاغت، شعور و سخن اور عقل و دانائی کے اعتبار سے پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھے۔ان کو اپنے زور بیان اور حسن کلام پر اس قدر ناز تھا کہ دوسری قوموں کو عجمی کہہ کر پکارتے اور اپنے مقابلے میں ان کی نارسائی کا مذاق اڑاتے تھے۔ بے آب و گیاہ صحراؤں، ویران، ریگزاروں اور خشک بیابانوں کے یہ باسی اگرچہ علم و فضل کی دولت سرمدی سے نا آشنا تھے لیکن نجانے کیا بات تھی کہ ان کی وسعت زبان دانی نے بڑی بڑی ترقی یافتہ قوموں کو ورطہ حیرت میں ڈبو دیا۔ ذہانت بلا کی، حافظ غضب کا، اپنا مافی الضمیر اس اچھوتے انداز میں بیان کرتے کہ سننے والا عش عش کر اٹھتا، زبان سے نکلا جملہ ضرب المثل بن جاتا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے نثار اس نے ایسی قادر الکلام قوم میں اپنا آخری رسول ﷺ اور آخری کتاب ارسال فرمائی کہ دنیا والے دیکھ لیں، عرب کے فصحا و بلغا کس طرح اس رسول فصیح اور کتاب بلیغ کے سامنے حیران و سرگردان کھڑے ہیں، اور ایسے مہر و بلب ہیں کہ۔

کوئی جانے منہ میں زباں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں۔

واللہ! اگر پہلو میں دل کی بجائے پتھر ہو تو الگ بات، دل تو ضرور قرآن حکیم کی معجزانہ تاثیر سے دھڑک اٹھتا ہے اور آنکھیں وفور آب سے چھلک پڑتیں ہیں ارشاد باری ہے۔

☆......"انما المو منون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم" (۸/۳)

ترجمہ: مومن تو بس وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

☆......ان الذین او تو العلم من قبلہ اذایتلیٰ علیھم یخرون للا ذقان سجداً

☆......و یقولون سبحن ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا o و یخرون للاذقان یبکون ویز ید ھم خشو عا o (۱۰۷،۱۰۸،۱۰۹۔۱۷)

ترجمہ: بے شک اس سے پہلے جنہیں علم دیا گیا جب وہ ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں پر سجدہ میں گر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے اور ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گر پڑتے ہیں۔ اور وہ ان کی عاجزی کو بڑھاتا ہے"۔

یہ تو گوشت کے نرم و نازک انسان کی حالت ہے، پہاڑوں پر قرآن حکیم نازل ہوتا تو وہ بھی خوف الہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتے جیسا کہ سورۃ الحشر میں مرقوم ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم نے اہل دل کو کس طرح متاثر کیا اور گناہوں، میں گرے ہوئے بدقسمتوں کو کیسے خوش قسمت بنایا۔

رسول اللہ ﷺ اور قرآن:

حضور سرور کائنات ﷺ قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے تو خشیت الٰہی سے

آنسوؤں کا تانتا بندھ جاتا۔صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول تلاوت کرتے جاتے اور زار و قطار روتے جاتے۔

☆......"ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم"

ترجمہ: اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اگر معاف کر دے تو تو غالب و دانا ہے۔

پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر" اللھم امتی اللھم امتی " کہنا شروع کیا آپ کی یہ غمگینی و غمناکی دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعے بشارت کا پیغام بھیجا کہ (عنقریب) ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے۔ایک دفعہ حضور ﷺ نے تمام رات نماز میں یہی آیت تلاوت فرمائی اور روتے رہے (صحیح مسلم و مسند احمد) ایک بار حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ کے بال کیوں سفید ہو گئے۔حضور ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن حکیم کی سورتوں نے بوڑھا کر دیا" وہ سورتیں یہ ہیں۔مرسلات، واقعہ، عم یتسا لون، ھود، کورت، (شمائل ترمذی)۔

جب کبھی عذاب کی آیت نازل ہوتی تو دیر تک تضرع و زاری سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے اور جب کوئی آیت رحمت آتی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے سورۃ النساء سماعت فرمائی اور "واذا جئنا من کل امۃ بشھید " کی آیت سنی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہیں تلاوت سے روک دیا (بخاری کتاب التفسیر)۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عمر فاروق کا ایمان لانا ہی قرآن کی معجزانہ تاثیر کا کمال ہے، گھر سے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے نکلے تو راستے میں ایک قریشی نوجوان نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوگئی حضرت نعیم بن عبداللہ نے عمر کے تیور دیکھے تو فرمایا "پہلے اپنے گھر کی خبر تو لے، تیری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو چکے ہیں" اوسان خطا ہو گئے، شدید غصے کے عالم میں بہن کے گھر پہنچے، بہن چند اوراق کی تلاوت کر رہی تھی، عمر نے اس کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا مگر بہن نے صاف صاف کہہ دیا عمر یہ تیری بھول ہے کہ ہم راہ حق کو چھوڑ دیں گے، ہماری جان چلی جائے گی مگر اس راہ کو چھوڑنے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔ بہن کا جرات مندانہ کلام سن کر پتھر دل نرم ہو گیا کہا دکھاؤ! مجھے وہ اوراق جن کا مطالعہ تم کر رہی تھی بہن نے کہا "پہلے غسل کرو" غسل کیا اور اوراق لے کر کھولے تو پہلی نظر سورۃ طٰہٰ پر پڑی، لاہوتی کلمات زبان پہ جاری ہو گئے۔

طٰہٰ ٥ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰے ٥ الا تذکرۃ لمن یخشیٰ٥

ابھی چند آیات قدسیہ ہی تلاوت کی تھیں کہ دل پانی پانی ہو گیا۔ آنکھوں سے بے تاب آنسو فرط محرومی میں گرنے لگے، بے چین ہو کر پوچھا خدا کا آخری پیغمبر کہاں ہے، میں حاضر ہو کر اپنی قسمت تیرہ کو جگانا چاہتا ہوں۔ (عام کتب سیرت) بہن نے بتایا تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، قرآن حکیم سے اتنا متاثر ہوئے کہ ایک مرتبہ سورۃ اذا الشمس کی تلاوت کے دوران اس آیت قدسیہ پر پہنچے "واذا الصحف نشرت"، یعنی جب نامہ اعمال کھولے جائیں گے تو خوف الٰہی سے بے ہوش ہو گئے۔ ایک مرتبہ گدھے پر سوار کہیں جا رہے تھے کہ کوئی آدمی اپنے گھر میں سورۃ الطور

کی تلاوت کرر ہا تھا جب آپ نے یہ آیت مبارک سنی ''ان عذاب ربک لواقع''

کہ بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا تو گدھے سے اتر کر ایک دیوار سے

ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور خوب روتے رہے، گھر آئے اور مہینہ بھر بیمار رہے۔ (احیا العلوم ۲ /۱۶۰)

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب قرآن کی کوئی آیت

سنتے تو غش کھا کر گر جاتے لوگ کئی دن تک ان کی عیادت کو جایا کرتے (علم القرآن ص ۳۴۱)

شاہ حبشہ پر اثر:

شاہ حبشہ کے دربار میں حضرت جعفر طیار نے حضور ﷺ کے احسانات کا ذکر

کیا اور اس کی ایما پر قرآن حکیم کی سورۃ مریم کی چند آیات قدسیہ تلاوت فرمائیں، شاہ حبشہ

نجاشی اور اس کے عیسائی علماء پر رقت طاری ہوگئی یہاں تک کہ ان کی کتابوں کے ورق ان

کے آنسوؤں سے بھیگ گئے نجاشی نے فوراً کہا واللہ! یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ

علیہ السلام پر نازل ہوا تھا ایک ہی شمع کی شعائیں اور ایک ہی چشمہ کی موجیں ہیں۔

(سیرت ابن کثیر جلد دوم ص ۱۰) اور اس نے ایمان قبول کر لیا حضور ﷺ نے اس کی غائبانہ

نماز جنازہ ادا فرمائی۔

☆ ...... اسعد بن آزارہ، مصعب بن عمیر کو شہر سے باہر نکالنے کیلئے مسلح ہو کر نکلتا ہے مگر

چند آیات سن کر ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو جاتا ہے، ثمامہ بن اثال کو حضور ﷺ سے

شدید نفرت تھی، جب صرف دو دن قرآن کے سماع کا موقع ملا، خود بخود حاضر ہو کر اسلام

قبول کر لیا۔ خالد بن عقبہ نے قرآن سن کر بے ساختہ کہا بخدا اس میں عجب شرینی

ہے، اس میں عجب تروتازگی ہے، ولید بن مغیرہ جیسا کافر بھی بول اٹھا، اس کلام میں عجیب

رس ہے۔

صحابہ کرام پر اثر:

☆......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک سے خصوصی لگاؤ تھا۔ حضرت مشور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، نے ایک قاری سے سورۃ مریم کی یہ آیت سنی ''یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ٥ و نسوق المجرمین الی جھنم وردا '' کہ ہم قیامت کے دن متقی لوگوں کو رحمٰن کے دربار میں اکٹھا کریں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا لے جائیں گے۔ تو خوف الٰہی سے اس قدر زور سے چیخ ماری کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۶۰)

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں ''صحابہ کرام رات بھر جاگ کر نمازوں میں قرآن پڑھا کرتے، صبح کو ان کے بال پراگندہ ہوتے اور چہرے زرد دکھائی دیتے اور وہ ڈگمگاتے ہوئے چلا کرتے تھے۔ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر رہا کرتی تھیں'' (ایضاً) اور اپنا یہ عالم تھا کہ اس ارشاد کے بعد کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا یہاں تک کہ ابن ملجم نے شہید کر دیا (ایضاً) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خوف الٰہی سے رو رو کر ریش اطہر آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

☆......حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ، نے سورۃ نحل کی یہ آیت سنی " ان اللہ یا مر با لعدل والاحسان وایتاء ذی القربی " ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تو دل پہ خوب اثر ہوا، کہتے ہیں یہی وہ وقت ہے جب ایمان میرے قلب میں جا گزیں ہوا اور مجھے جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو گئی'' (اسوہ صحابہ جلد اول ص ۲۵)

☆......حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، نے جب یہ آیت قدسیہ سنی تو اسلام قبول کیا ''ام خلقو السموات والارض بل لا یو قنون '' ترجمہ: کیا آسمانوں اور زمین کو

ان لوگوں نے پیدا کیا ہے سچ ہے کہ ان کے دل میں ایمان نہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ طور)

☆......سفر طائف کے موقع پر خالد العدوانی نے جب حضور ﷺ کی زبان اقدس سے قرآن کی یہ آیت سنی تو پوری سورت یاد کی اور مسلمان ہو گئے" والسماء و الطارق" آسمان کی قسم اور رات میں آنے والے کی" (اسوہ صحابہ جلد اول ص ۲۵)

☆......ایک مرتبہ مکہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کی آیات مبارکہ تلاوت کر رہے تھے۔" و عباد الرحمن الذین یمشون علیٰ الرض ھو نا و اذا خا طبھم الجھلون قا لو اسلما ٥ وا لذین یبیتون لر بھم سجدا و قیاما ٥ ترجمہ: اور خدا کے بندے تو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل سے مخاطب ہوں تو سلام کہتے ہیں اور اپنے رب کیلئے سجدے اور قیام کی حالت میں رات بسر کرتے ہیں۔

لوگ آپ کے ارد گرد کھڑے تھے اور نہایت یکسوئی سے آپ کی زبان حق ترجمان سے اللہ کا کلام سن رہے تھے۔ ابو جہل بھی چھپ کر سننے لگا، قرآن پاک نے اس کے بدن پر لرزہ طاری کر دیا چونکہ غرور و تکبر، حسد و عناد نے اس کو سوچنے سمجھنے سے قاصر کر دیا تھا اس لئے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے الجھ پڑا لیکن دوسرے لوگ عبادالرحمٰن کی تعریف سن کر حسرت کے عالم میں یہی کہہ رہے تھے۔" واللہ! ہم بھی ایسے لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ (ملخصا از قرآن نمبر ص ۴۰۱ سیارہ ڈائجسٹ)

☆......حضرت تمیم داریؓ ایک کثیر العبادات صحابی تھے، آپ نے ایک مرتبہ تہجد میں آیت" ام حسب الذین اجتر حوا" تلاوت کی تو آپ پر بے حد رقت طاری ہو گئی (علم القرآن)

☆......حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قرآن مقدس پڑھتے یا سنتے تو رقت طاری ہو جاتی اور ایسے لرزتے جیسے شاخ درخت لرز رہی ہو۔ (ایضاً)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ابو جہل اور اس جیسے کافر چھپ چھپ کر حضور ﷺ کی

زبان رسالت سے قرآن کی تلاوت سنا کرتے تھے، گویا یہ ازلی دشمن بھی قرآن حکیم کی اثر آفرینی اور حقانیت کو جانتے تھے مگر افسوس ان کی شقاوت قلبی نے ان کا بیڑہ غرق کر دیا۔ اور وہ آفتاب کو دیکھ کر بھی اندھیاروں کا دم بھرتے تھے۔ سچ ہے کہ اگر زمین زرخیز ہے تو رحمت کی بارش اثر انداز ہوتی ہے کہ شورزدہ زمیں بھلا کیسے رحمت کی بارش سے مستفیض ہو گی جن کے دلوں میں ایمان کو قبول کرنے کی تھوڑی سی بھی صلاحیت تھی قرآن نے انہیں اپنی اثر آفرینی سے غیرت خورشید بنا دیا۔ ابو جہل جیسے لوگ ازلی محروم تھے۔ قرآن نے ان کی محرومیوں میں اور اور اضافہ کر دیا۔

تابعین پر اثر:

☆...... حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، نے ہرم ابن حبان سے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سنا تو آپ چیخ مار کر رونے لگے اور فرمایا میرے رب کا ذکر بلند و برتر ہے۔ (علم القرآن ص ۳۴۲)

☆...... حضرت ربیع بن خثیم نے ایک رات تہجد میں ''ام حسب الذین اجترحوا السیئات'' پڑھی تو رقت طاری ہو گئی اور دہراتے دہراتے صبح ہو گئی۔ (ایضاً)

☆...... حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، کا یہ عالم تھا کہ تلاوت کی سماعت کے ساتھ رونا شروع کر دیتے، آیات قرآنی نے آپ کو رلا کر نابینا کر دیا تھا، کبھی کبھی آپ ایک ایک رکعت میں اس ذوق سے پڑھ کر پورا قرآن ختم کر دیتے، (ایضاً)۔

☆...... حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، نے ''یوم یکون الناس کالفراش المبثوث'' پڑھی اور چیخ مار کر گرے معلوم ہوتا تھا کہ دم نکل گیا ہے، پھر اچھلتے کودتے اور روتے تھے۔ (علم القرآن ص ۳۴۳)

اہل دل پر اثر:

حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ، بہت خوش الحان تھے۔آپ نے سات عبادت گزار بندوں کو قرآن حکیم سے مختلف حصوں کی تلاوت سنائی، تین آدمی مر گئے، تین بے ہوش ہونے کے بعد ہوش میں آ گئے اور ایک اس قدر مبہوت ہوا کہ تین دن تک فرض نمازوں کی بھی خبر نہ رہی۔ (احیاء العلوم جلد۴ص ۱۶۱)۔

فضیل بن عیاض کی توبہ:

حضرت فضیل بن عیاض پہلے بہت بڑے ڈاکو تھے، کسی قاری سے یہ آیت مبارکہ سنی ''الم یان للذین امنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ'' کیا مومنوں کیلئے یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خوف سے اللہ کے ذکر کیلئے آمادہ ہو جائیں۔ یہ آواز کیا تھی ، فضیل بن عیاض کی آنکھوں پہ پڑے ہوئے غفلت کے پردے چھٹ گئے۔فوراً عرض کی اے اللہ ! میں تیرے خوف کو دل میں بسا کر تیری یا د کرنے کیلئے تیار رہوں۔ (کتاب ''توبہ'' ص ۱۳۹) قرآن کی برکت سے حضرت فضیل اولیاء کے امام گردانے گئے۔

موسیٰ بن محمد الہاشمی کی توبہ:

موسیٰ بن محمد الہاشمی بہت بڑے رئیس تھے، شراب وشباب کے رسیا اور لہو ولعب کے پرستار تھے تین لاکھ تین ہزار دینار سالانہ آمدنی تھی۔ جسے صرف عیش وعشرت پر خرچ کر دیتے۔گانے کے شیدائی تھے۔ایک دن اپنے بالا خانے پہ گانا سن رہے تھے کہ ایک آواز کان میں پڑی جو گانے سے یکسر مختلف تھی، خدام کو دوڑایا کہ اس آواز کا پتہ کرو کہاں سے آ رہی ہے۔خدام نے دیکھا کہ قریبی مسجد میں ایک جوان جو نہایت شکستہ حال تھا بیٹھا ہوا ہے اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے وہ اس کو پکڑ کو موسیٰ الہاشمی کے پاس لے آئے اس نے کہا اے جوان ! مجھے وہ پڑھ کر سناؤ جو تم پہلے پڑھ رہے تھے، جوان نے پڑھنا شروع کیا۔

''ان الابرار لفی نعیم o علی الارائک ینظرون o تعرف فی وجوھم نضرۃ النعیم o یسقون من رحیق مختوم o''

اس کے بعد جوان نے عذاب والی آیات کی تلاوت کی تو موسیٰ الہاشمی اس کے ساتھ لپٹ کر رونے لگا اس نے اسی وقت اپنے دوستوں کو چھٹی دے دی اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا، پھر اس کی ساری زندگی زہد و عبادت میں بسر ہوئی۔

تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید نے گرے ہوئے بدقسمتوں کی کیسے کایا پلٹی، زمین ذرا زرخیز ہو تو رحمت الٰہی کی بارش ضرور اثر پیدا کرتی ہے۔ اگر بہت زیادہ زرخیز ہو تو اگنے والے سبزہ زاروں کا کیا کہنا، جس کے دل میں نور ایمان کی معمولی سی جھلک بھی موجود تھی قرآن حکیم نے اسے نجم درخشاں بنا دیا، لیکن جو سراپا ایمان تھے قرآن حکیم کے اثر کی برکت سے رشک آفتاب بن گئے۔ دیکھئے اپنے ہی نہیں، بیگانے بھی قرآن کی معجزانہ تاثیر کو کس طرح تسلیم کرتے ہیں۔

☆......مشہور جرمن فلسفی جان جاک رلپک لکھتا ہے جب قرآن کو منکر لوگ پیغمبر کی زبان سے سنتے تھے تو بے تاب ہو کر سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اور مسلمان ہو جاتے تھے۔

☆......پروفیسر نکلسن نے کہا ہے ''قرآن کے اثر سے عربی زبان تمام اسلامی ممالک کی متبرک زبان بن گئی اور بڑی سے بڑی یورپی سلطنت کی تعلیم و حکمت سے بڑھ گئی۔

☆......ڈاکٹر کٹاولی فرانسیسی نے کہا ہے کہ قرآن دلوں میں ایسا زندہ جوش ایمان پیدا کرتا ہے کہ پھر کسی کی گنجائش نہیں رہتی۔

☆......ڈاکٹر جارٹن لکھتا ہے ''قرآن کا طرز تحریر دل آویز اور رواں، مختصر اور جامع ہے اور خدا کا ذکر بڑے شاندار طریقے سے کرتا ہے''

☆......مسٹر بھونپدر ناتھ باسو نے اعتراف کیا ہے کہ ''تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآن کی

تعلیمات کا اثر ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے بڑے خاندانی مسلمان کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے''

واقعی فضل وہی ہے جس کو دشمن بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

گر تو ھی خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

چند قرآنی حکایات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیاء اللہ کی زیارت وصحبت جس طرح انسان کی عملی واخلاقی اصلاح کیلئے نسخہ اکسیر ہے اسی طرح ان کے حالات کشف وکرامات اور اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں ان کے اعلیٰ مقامات اور ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرنا اور سننا بھی بے حد مجرب ہے۔ اس مضمون میں اولیاء اللہ کی وہ حکایات درج ہیں جو قرآن پاک کے بارے میں ہیں۔ اور قرآن پاک کے فضائل بیان کرتی ہیں۔ یہ تمام حکایات آٹھویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ حضرت عبداللہ ابن اسعد یافعی یمنی کی تصنیف ''روض الریاحین'' سے لی گئی ہیں یہ کتاب عربی میں ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے ایما پر اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے جس کا نام ''نزہۃ البساتین'' ہے، مولوی اشرف علی تھانوی اس کتاب کو از حد پسند کرتے تھے اور اپنے متعلمین و مریدین کو اس کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتے تھے۔

حکایت نمبر ۱:

ایک آدمی کی حکایت ہے کہ وہ بھس فروشی کرتا تھا اور خدا تعالیٰ سے بالکل غافل

تھا، جب وہ مرنے لگا تو لوگ اسے کلمہ پڑھاتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے داموں کا ہے، اس کے بعد ایک شیخ کامل نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ تم کلمہ شہادت کا بکثرت ورد رکھا کرو تا کہ اس کے پڑھتے پڑھتے انتقال ہو جیسا کہ یہ آدمی زندگی بھر یہی کلمہ کہتا رہا اور اب مرتے وقت بھی یہی منہ سے نکلا، ایک صالح آدمی کی حکایت ہے کہ وہ قرآن شریف کی تلاوت بہت کرتے تھے جب ان کا انتقال ہونے لگا تو ان سے لوگوں نے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو، اس کے جواب میں انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ طه ما انزلنا علیک القرآن لتشقی سے هو الاسماء الحسنی تک پڑھ دیا۔ جب پھر انہیں کلمہ پڑھاتے تو وہ بار بار اسی کو پڑھنے لگے، یہاں تک کہ انہی آیات کریمہ کے پڑھتے ہوئے انکو یقین ہو گیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس حالت میں انسان اپنی زندگی گزارے گا اسی پر اس کی وفات ہوگی، جس پر وفات ہوگی اسی حالت پر اس کا حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ رحیم و کریم سب کو سنت و جماعت اور اسلام پر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حکایت نمبر ۲:

ایک عابدہ کی حکایت ہے کہ لوگ اسے باہیہ کہتے تھے جس وقت وہ مرنے لگی تو آسمان کی طرف اس نے منہ اٹھا کر یہ دعا کی کہ الٰہی میرا ذخیرہ اور توشہ تو ہی ہے، مرنے اور جینے میں میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا، اب مرنے کے وقت ذلیل نہ کیجیو اور قبر میں وحشت ہونے سے محفوظ رکھیو۔ جب وہ مر گئی تو اس کے بیٹے نے یہ التزام کیا کہ ہر جمعرات اور جمعہ کو قبر پر جاتا اور اس کی قبر پر قرآن کی کچھ آیات پڑھ کر اپنی والدہ اور دوسرے مردوں کے حق میں دعا اور استغفار کرتا، وہ کہتا ہے ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا اور میں نے سلام کیا اور پھر پوچھا اماں کس طرح ہو، کیا حال ہے؟ کہا

اے بیٹے موت کی سختیاں اور تکالیف تو بہت ہیں مگر میں قیامت تک کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عالم برزخ میں ہوں، یہاں فرش بچھے ہوئے ہیں اور سندس واستبراق کے گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں، میں نے پوچھا تمہیں کسی شئے کی ضرورت ہے کہا ہاں اے بیٹے یہ جو تم میری زیارت کو آتے ہو اور قرآن پاک پڑھ کر ہمارے لئے دعا کر جاتے ہو یہ ورد نہ چھوڑنا۔ اے بیٹا جمعہ، جمعرات کو تمہارے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے، جس وقت تم میرے پاس آتے ہو تو یہ سب مردے میرے پاس آتے ہیں مجھ سے کہتے ہیں اے باہیہ یہ تمہارا بیٹا تمہارے پاس آیا ہے۔ اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور یہ میرے مردے بھی خوش ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ پھر میں جمعرات جمعہ ان کی زیارت کو جایا کرتا اور قرآن پاک کی کچھ آیات وغیرہ پڑھ کر یہ دعا کیا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت رفع کر کے تمہیں رحمت عطا کرے اور تمہاری تنہائی پر رحم فرمائے اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے اور تمہاری نیکیاں قبول کرے۔ پھر ایک روز میں سو رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سی مخلوق میرے پاس آئی، میں نے پوچھا کہ تم کون ہو، کس لئے آئے ہو، کہا ہم اہل مقابر ہیں تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں اور یہ التجا کرتے ہیں کہ قرآن پاک پڑھنا نہ چھوڑنا۔

حکایت نمبر ۳:

ایک عالم نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کے اندر اہل قبور اپنی اپنی قبروں سے نکل کر باہر آرہے ہیں اور میوے کی طرح کوئی شے وہاں سے چنتے ہیں، مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ شے کیا تھی، مجھے اس سے بہت تعجب ہوا اور میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ویسے ہی بیٹھا ہوا ہے اور کچھ نہیں اٹھاتا، میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا چنتے ہیں، اس نے جواب دیا کہ مسلمان جو قرآن وغیرہ پڑھ کر اور صدقہ اور دعا کر کے انہیں ثواب پہنچاتے ہیں یہ اسے چن رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تم

بھی تو ان کے ساتھ ہو تم کیوں نہیں چنتے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں نے کہا اس کی وجہ کیا ہے؟ کہا میرا لڑکا روز ایک قرآن مجید پڑھنے کا ثواب مجھے پہنچا دیتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ تمہارا لڑکا کہاں ہے؟ کہا ویسے وہ جوان آدمی ہے، فلاں بازار میں تجارت کرتا ہے، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، میں فورا اس بازار میں پہنچا۔ دیکھا کہ ایک نوجوان دکان پر بیٹھا ہونٹوں کو ہلاتا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا تم ہونٹوں کو کیوں ہلاتے ہو؟ کہا میں ایک قرآن شریف پڑھ کر اپنے والد کی قبر میں انہیں ثواب پہنچاتا ہوں۔ کچھ عرصے بعد میں نے دوبارہ خواب دیکھا کہ مردے اپنی اپنی قبروں میں سے نکل کر بدستور سابق کوئی شے چن رہے ہیں۔ اور وہ آدمی بھی جس کو پہلی مرتبہ خاموش بیٹھے دیکھا تھا ان لوگوں کے ہمراہ چن رہا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد اس واقع خواب پر تعجب کرتا ہوا اس تاجر لڑکے کی تلاش میں بازار کی طرف گیا، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے، خدا تعالی اس پر راضی ہو اور اس پر رحمت نازل فرمائے آمین

حکایت نمبر۴:

نقل ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا، اسے اسکی جاننے والی ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کے تخت کے نیچے ایک نور کا برتن ڈھکا ہوا ہے، اس عورت نے دریافت کیا کہ اس میں کیا ہے؟ کہا اس میں میرے شوہر کا ہدیہ ہے جو اس نے میرے لیے روانہ کیا ہے۔ جب بیدار ہوئے تو اس نے اس عورت کے خاوند سے قصہ بیان کیا۔ خاوند نے کہا، میں نے کل شب کچھ قرآن پڑھ کر اس کی روح کو ثواب بخشا تھا۔ بعض علماء سے مروی ہے کہ شیخ امام مفتی عزیز الدین ابن عبد السلام سے ان کی وفات کے بعد سوال کیا گیا کہ تم قرآن کے ثواب سے انکار کرتے تھے اب اس کے بارے میں کیا کہتے ہو کہنے لگے افسوس ہے کہ میں نے اپنے گمان کے مخالف دیکھا۔ (یعنی ثواب پہنچتا ہے)

حکایت نمبر۵:

مروی ہے کہ کسی نے ایک شہر میں کسی کی قبر کھودی ۔ دیکھا کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے۔ یہ بھی کہتا تھا کہ اس تخت کے نیچے نہر جاری ہے، یہ دیکھ کر اس پر غشی طاری ہوگئی، لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا لیکن کسی کو اس کے بیہوش ہونے کی وجہ معلوم نہ ہوسکی، اس شخص کو دوسرے یا تیسرے روز ہوش آیا تو اپنا قصہ لوگوں سے بیان کیا۔ ایک شخص نے اصرار کیا کہ اسے قبر کا پتہ بتادے۔ تو اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب قبر اس سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تو نے میری قبر کسی کو بتائی تو فلاں فلاں مصائب میں مبتلا ہوگا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو اپنے ارادہ سے توبہ کی۔ اور اس کی قبر چھپادی پھر کسی کو معلوم نہ ہوسکا کہ وہ قبر کہاں ہے۔

حکایت نمبر۶:

منصور ابن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز ایک جوان کو دیکھا کہ ڈرنے والوں کی طرح نماز پڑھ رہا ہے، میرے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ شخص کوئی ولی ہے میں کھڑا رہا حتیٰ کہ وہ شخص اپنی نماز سے فارغ ہوا، میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا، میں نے اس سے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام نظی ہے جو کھال اتار دے گی۔ اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری ہوگی اور بے رخی کی ہوگی اور مال جمع کیا ہوگا۔ پھر اس کو اٹھا رکھا ہوگا، یہ سن کر اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا جب فاقہ ہوا تو کہنے لگا اور کچھ سناؤ میں نے یہ آیت سنائی ''اے ایمان والو اپنے نفس کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ جس کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں اس پر سخت شدید فرشتے مقرر ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے بجالاتے ہیں'' یہ سن کو وہ شخص گر پڑا اور جان بحق تسلیم کی میں نے اس کا سینہ کھول کر دیکھا تو اس کے سینے پر قلم قدرت

سے لکھا ہوا تھا ''فھو فی عیشة راضیة فی جنة عالیه قطوفھا دانیة'' یعنی وہ عیش پسندیدہ میں رہے گا اعلیٰ درجہ جنت میں جس کے ثمرات قریب ہیں، جب تیسری رات ہوئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ تخت پر رونق افروز ہے اور اس کے سر پر تاج رکھا ہوا ہے میں نے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا میری مغفرت فرمائی اور مجھے ثواب اہل بدر کا عطا ہوا، بلکہ اور زیادہ دیا۔ میں نے کہا زیادہ کیوں رکھا، کہا اس وجہ سے کہ وہ کفار کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں اللہ کے کلام سے شہید ہوا۔

حکایت نمبر ۷:

منقول ہے کہ بعض صالحین لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے، اتفاقاً ایک روز ایک یہودی ان کے وعظ کی مجلس پر سے گزرا واعظ لوگوں کو اللہ سے ڈرا رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے ''وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتماً مقضیاً'' یعنی تم سب دوزخ پر وارد ہوگے یہ حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ یہ سن کر اس یہودی نے کہا اگر یہ کلام سچا ہے تو ہم تم برابر ہیں واعظ نے کہا ہم تم برابر نہیں کیونکہ ہم وارد ہو کر اس میں سے نکلیں گے اور تم اس میں رہوگے اور ہم تقویٰ کے سبب اس سے نکلیں گے اور تم بوجہ ظلم اس میں رہوگے پھر دوسری آیت تلاوت کی ''یعنی پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا اسی میں چھوڑ دیں گے یہودی نے کہا متقی ہم ہیں شیخ نے کہا تم نہیں ہو بلکہ ہم ہیں اور یہ آیت تلاوت کی۔

یعنی میری رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور میں اسے لکھوں گا ان لوگوں کے واسطے جو متقی ہیں اور زکواۃ ادا کرتے اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں، یہودی نے کہا اس پر کوئی دلیل لاؤ کہ ہم جلیں گے اور تم نہیں جلو گے فرمایا، دلیل ظاہر یہ ہے کہ میرے اور اپنے کپڑے آگ میں ڈال دے جس کے

کپڑے جل جائیں سمجھو کہ وہی ناری ہے اور جس کے کپڑے نہ جلیں وہ ناجی ہے۔ پس دونوں نے کپڑے اتارے، شیخ نے یہودی کے کپڑے اپنے کپڑوں کے اندر لپیٹ کر آگ میں پھینک دیئے، آپ بھی آگ میں گھس کر نکال لائے جب کھول کر دیکھا تو یہودی کے کپڑے باوجود اندر رہونے کے جل کر خاکستر ہو گئے تھے اور شیخ کے کپڑے ویسے ہی سلامت تھے بلکہ آگ کی وجہ سے اس کا میل کچیل صاف ہو گیا تھا اور وہ بالکل سفید ہو گئے تھے، جب یہودی نے یہ حالت دیکھی تو اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

حکایت نمبر ۸:

صالح مریؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کو جامع مسجد میں گیا تاکہ فجر کی نماز وہاں ادا کروں، راستہ میں ایک قبرستان پر میرا گزر ہوا اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا وہیں، میری آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھتا ہوں کہ اہل قبور سب کے سب اپنی قبروں سے نکل کر حلقے باندھے بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اور ایک جوان میلے کپڑے پہنے ہوئے غمگین ایک کونے میں تنہا بیٹھا ہے، ناگہاں چند فرشتے ہاتھوں میں نور کے طبق لئے ہوئے نازل ہوئے جو رمال سے ڈھکے ہوئے تھے جن جن کو وہ طبق ملے وہ اپنا اپنا طبق لے کر اپنی اپنی قبروں میں داخل ہو گئے صرف وہ جوان باقی رہا اور غمگین بلا کسی شے کے قبر میں داخل ہونے کا قصد کر رہا تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے کیا وجہ ہے میں تجھے غمگین پاتا ہوں اور یہ کیا واقعہ ہے جو میں نے دیکھا، کہا اے صالح کیا تم نے طبق دیکھے، میں کہا ہاں وہ کیا تھا۔ کہا وہ صدقات اور دعائیں تھیں جو زندوں کی جانب سے مردوں کو بھیجی جاتی ہیں ان کے پاس ہر شب جمعہ اور روز جمعہ کو پہنچتی ہیں، پھر اس نے ایک لمبی تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا کہ اس کی ایک ماں ہے جو دنیا داری میں مشغول ہے اور اسے بھول گئی ہے اس نے نکاح بھی کر لیا ہے اور لہو ولعب میں مشغول ہے اور اب میں اسی قابل ہوں کہ غم

کروں کہ اب یاد کرنے والا کوئی نہیں ہے شیخ صالحؒ نے اس سے اس کی ماں کا پتہ دریا
فت کیا اور اس محلّہ میں جا کر اس کی ماں کا دریافت کیا، لوگوں نے پتہ بتایا پھر اس کی ماں
نے پردہ کی آڑ میں بات چیت کی اور اس کے لڑکے کا سارا حال بیان کیا۔ یہ سن کر وہ
رونے لگی پھر کہنے لگی اے صالح وہ میرا بیٹا ہے میرے جگر کا ٹکڑا تھا، اس نے مجھے ایک ہزار
درہم دیئے اور کہا کہ یہ اس کے واسطے صدقہ کرو اور میں اس کو دعا اور صدقہ سے عمر بھر نہ
بھولوں گی۔ صالح کہتے ہیں کہ وہ درہم میں نے اس عورت کی جانب سے خیرات کر
دیئے، دوسرے جمعہ کو میں جامع مسجد کے قصد سے نکلا اور اس مقبرہ میں ایک تکیہ لگا کر
لیٹ گیا اور وہی منظر میں کرنے دیکھا کہ سب اہل قبور ایک ایک کر کے اپنی قبروں سے
نکلے اور وہ جوان بھی سفید لباس پہنے خوش خوش نکلا اور میرے قریب آ کر کہنے لگا کہ اے
صالح خداوند عالم تجھے میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے میرے پاس بھی ہدیہ پہنچ
گیا، میں نے سوال کیا، کیا تم لوگ جمعہ کا جانتے ہو، کہا ہاں پرندے ہوا میں اس دن کو جا
نتے ہیں اور کہتے ہیں السلام السلام اے یوم، صالح خدا اس کی برکت ہم پر بار بار لوٹائے
۔آمین

حکایت نمبر ۹:

حضرت یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض ثقات سے معلوم ہوا ہے
کہ شیخ محمد بن ابی بکر حکمی اور شیخ ابوالغیث ابن جمیل قدس سرہما اپنے زمانے میں ممتاز اور
اہل یمن میں بڑے کامل عارف تھے۔ ان کی وفات کے بعد بعض فقراء ان سے بیعت
ہونے کی نیت سے آئے، چنانچہ شیخ محمد نے اپنے مزار سے نکل کر ان کو بیعت سے سرفراز
کیا، جوان سے بیعت ہونے آئے تھے۔ اور جوان سے عہد و پیماں کیئے ان کا ذکر طویل
ہے۔ اور شیخ ابوالغیث نے قبر سے ہاتھ نکالا اور ان لوگوں کو بیعت کیا جوان سے بیعت ہو

نے کو آئے تھے۔ اس کا بیان بھی طویل ہے خدا ان پر رحم کرے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض فرمائے۔

حکایت نمبر ۱۰:

مالک بن دینار سے کسی نے ان کے توبہ کرنے کا سبب پوچھا، فرمایا میں شرابی آدمی تھا اور ہر وقت شراب خوری میں ڈوبا رہتا تھا، میں نے ایک بہت حسین خوبصورت لونڈی خریدی اور اس سے خوب صحبت داری کی۔ پھر اس سے میری ایک بیٹی پیدا ہوئی، اس سے مجھے از حد محبت ہوگئی، جس وقت پاؤں چلنے لگی تو میرے دل میں اس کی الفت و محبت اور زیادہ ہی ہوتی چلی گئی اور یہ اکثر ہوتا کہ جب میں شراب لے کر بیٹھتا تو وہ میرے پاس آتی اور مجھ سے چھین کر میرے کپڑوں پر گرا جاتی، کچھ دیر بعد اس کا انتقال ہو گیا مجھے اس کے رنج و صدمہ نے بالکل تباہ و برباد کر دیا جب ماہ شعبان نصف گزر چکا تو اتفاق سے جمعہ کی شب بھی تھی میں شراب میں مست ہو کر سو رہا عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی، میں نے خواب میں دیکھا کہ حشر برپا ہے اور اہل قبور قبروں سے نکل کر آرہے ہیں، میں بھی ان کے ساتھ ہوں مجھے اپنے پیچھے کچھ کھسکھساہٹ سی معلوم ہوئی، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا سانپ میری طرف منہ کھولے دوڑا ہوا آرہا ہے، میں خوف کے مارے اس کے آگے بھاگا جا رہا ہوں، رعب مجھ پر چھایا ہوا ہے میں ایک راستہ سے گزرا تو ایک بوڑھے آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے اور خوشبو لگائے ہوئے ملے۔ میں نے ان سے گریہ وزاری کی کہ مجھے اس سانپ سے بچا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا میں ضعیف ہوں اور یہ مجھ سے زور آور ہے، اسلئے میں نہیں بچا سکتا، لیکن تم جاؤ ڈرو نہیں، شاید اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا سبب پیدا کر دے پھر میں اور بھی بھاگا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا وہاں سے دوزخ نظر آنے لگا، میں اسی سانپ کے اندیشے سے جو میرے پیچھے

آرہا تھا قریب تھا کہ اس کے اندر جا پڑوں اتنے میں غیب سے مجھے آواز آئی کہ پیچھے ہٹ تو دوزخی نہیں اس کے کہنے پر مجھے اطمینان ہوا اور میں پیچھے ہٹا تو وہ سانپ بھی میرے پیچھے ہی آیا، پھر مجھے آواز آئی اس وقت میں ان بوڑھے صاحب کے پاس پھر آیا اور میں نے کہا آپ سے میں یہ چاہتا تھا کہ آپ مجھے اس سانپ سے بچادیں آپ نے قبول نہ کیا یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا میں کمزور اور ناتواں ہوں لیکن تم اس پہاڑ پر چڑھ جاؤ یہاں مسلمانوں کی امانتیں جمع ہیں۔ اگر تمہاری بھی کوئی شئے امانت رکھی ہوگی اس سے امداد مل جائے گی، میں نے دیکھا تو وہ پہاڑ گول تھا بہت سے دروازے اس میں بنے ہوئے تھے، ان پر پردے تھے اور ہر دروازے کی دونوں چوکھٹیں سونے کی یا یاقوت اور موتی جڑی ہوئی تھیں، ہر دروازے پر ریشمی پردے تھے۔ جس وقت میں نے اس پہاڑ کو دیکھا اور اس کی طرف دوڑا تو وہ سانپ بھی میرے پیچھے دوڑا، جب اس کے قریب پہنچا تو چند فرشتوں نے پردے اٹھا کر اس کے دروازے کھول دیئے۔ اور انہوں نے خود بھی دیکھنا شروع کر دیا کہ شاید ان امانتوں کے اندر اس ناامید کی بھی کوئی امانت مل جائے اور وہ اسے اس کے دشمن سے بچالے جس وقت پردے اٹھ گئے اور دروازے کھل گئے۔ تو بہت سے بچے چاند سے چہرے چمکاتے ہوئے نکلے اور وہ سانپ میرے پاس ہی آگیا۔ میں نے چیخ کر کہا افسوس تم سب موجود ہو اور وہ اس کے پاس پہنچ گیا ہے یہ سنتے ہی جماعت بچوں کی نکلی اور میری بیٹی بھی جو مرگئی تھی، یکایک وہ بھی آنکلی اور مجھے دیکھ کر رونے لگی اور ہائے اللہ میرے ابا کہتے ہی تیر کی طرح ایک نورانی مکان میں چلی گئی پھر اپنا بایاں ہاتھ میرے داہنی طرف بڑھایا، میں بھی اوپر چڑھ گیا اور اس نے اپنا داہنا ہاتھ اس سانپ کی طرف کیا تو وہ فوراً پیچھے کی طرف بھاگ گیا پھر اس نے مجھے بٹھالیا اور خود میری گود میں بیٹھ گئی اور میری داڑھی پر ہاتھ مار کر کہا اے ابا ”الم یان للذین امنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ

و ما نزل من الحق'' ''یعنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور نازل شدہ حق سے مسلمانوں کے دل ڈر جائیں، اس پر میں رونے لگا میں نے پوچھا کہ اے بیٹی کیا یہاں تم قرآن شریف بھی سیکھتی ہو۔

کہا ہم تم ہی سے سیکھتے ہیں، میں نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ سانپ جو مجھے کھانے کو آتا تھا یہ کیا بلا تھی کہا یہ تمہاری بدافعالیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ تھا، تم نے ہی اسے بڑھا بڑھا کر اسے فوری ایسا کر دیا تھا کہ اب یہ تمہیں دوزخ میں جھونکنا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ بوڑھے صاحب کون تھے، جن کے کہنے پر میں یہاں آیا تھا کہا یہ تمہارے اعمال صالح اور نیک افعال تھے۔ تم نے ان کو ایسا ضعیف و ناتواں کر رکھا ہے کہ تمہارے بد اعمال کے مقابلے میں ان میں طاقت نہیں ہے، میں نے پوچھا کہ تم اس پہاڑ میں کیا کرتی ہو، کہا ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں قیامت آنے تک ہم یہاں رہیں گے تمہارے آنے کا ہمیں انتظار رہتا ہے۔ تاکہ ہم تمہارے لئے سفارش کریں تھوڑی دیر کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں گھبرایا ہوا تھا اور رعب مجھ پر چھایا ہوا تھا جب صبح ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا سب دے دلا دیا اور اللہ کے سامنے توبہ کی، بس یہی میری توبہ کا باعث ہے۔

تلک عشرة کاملة

میلاد سرور لولاک ﷺ اور قرآن پاک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خالق کائنات کی حکمتوں کے قربان جائیں۔ جب شام کی پرچھائیں ڈھلنے لگتی ہیں، رات، کے مہیب اندھیرے پھیلنے لگتے ہیں، ہر چیز تاریکی کی آغوش میں دم توڑ رہی ہوتی ہے تو وہ کریم چاند اور ستاروں کو طلوع فرما دیتا ہے جن کی روشنی سے مسافر اپنی منزلوں کا تعین کرتے ہیں۔

☆......وہ ہے جس نے چاند اور ستاروں کو پیدا کیا کہ تم خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ان کی وجہ سے راہ پاؤ۔ (الانعام آیت ۹۷)۔

جب خزائیں اپنا تسلط جماتی ہیں پت جڑ کا موسم ویرانیاں ہی ویرانیاں لے کر چھا جاتا ہے۔ پھولوں کی مسکراہٹ ماضی کا حسین افسانہ بن جاتی ہے، بلبل کے نغمے حلق میں اٹک جاتے ہیں، سرو کی کمر ٹیڑھی ہو جاتی ہے تو وہ رحیم بہاروں کو بھیج دیتا ہے۔ جس کی رنگینیوں میں سارا عالم رنگ بو مدہوش ہو جاتا ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں ساون کے آنے کی خوشخبری دیتی ہیں، اجلی اجلی بہاریں خوشبوؤں کے کارواں کی آمد آمد کا اعلان کرتی ہیں۔

☆......اور وہ ہے جو اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اس کو کسی مردہ بستی کی طرف ہانک کر لے کر جاتے ہیں، پھر اس سے پانی برساتے ہیں پھر اس کے ذریعے ہم ہر قسم کے پھل اگاتے ہیں۔ (الاعراف آیت ۵۷)۔

اکناف عالم میں کفر و شرک کی تاریکیاں پھیل گئیں، فسق و فجور کی خزاؤں نے تسلط قائم کر لیا تو انبیاء کرام نورانی ستاروں اور روح خیز ہواؤں کی طرح نمودار ہوتے رہے جو تاریکیوں اور خزاؤں کو دور بھی کرتے اور آفتاب رسالت اور بہار نبوت کی خوشخبری بھی دیتے۔ سنو! سنو! وہ آنے والا ہے جو خاک عصیاں سے لتھڑے ہوئے چہروں کو روکش خورشید بنا دے گا۔ دیکھو! دیکھو! وہ آئے گا اور آ کر قعر مذلت میں گرے ہوئے انسانوں کو ہمدوش ثریا کر دے گا۔ آؤ! آؤ! وہ محبوب خدا ہو گا جس کی برکت سے صحراؤں میں آنے والی قومیں اوج کہکشاں پہ آشیاں بند ہو جائیں گی۔ دوڑو! دوڑو! وہ خنجر طغیاں سے گھائل روحوں کو آن واحد میں حیات آشنا کر دے گا۔ مانو! مانو! وہ زندگی کے بے چین لمحوں کو راحتوں اور شادمانیوں کا پیغام دے گا۔ یہ لاجوتی صدائیں عرصہ دہر میں گونجتی رہیں، بے تابیاں بڑھتی رہیں، لالہ و نرگس ایک طویل انتظار سے تڑپ اٹھے۔

وہ جن کے ہوتے ہیں خورشید آستینوں میں
انہیں کہیں سے بلاو بڑا اندھیرا ہے

یوم الست اور عہد پیمان:

عالم ارواح کو سجایا گیا، تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ روحیں اکٹھی ہوئیں، تو اللہ کریم نے ان سے عظیم الشان عہد لیا، اس عہد کا ذکر قرآن پاک میں یوں ہے۔

☆......اور یاد کرو! جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے پختہ وعدہ لیا جو میں نے تمہیں

کتاب وحکمت (کی قسم) سے دوں پھر تمہارے پاس تصدیق کرنے والا رسول آئے جو تمہارے پاس ہے۔ تو ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا اور تم نے میرے بھاری عہد کا ذمہ لے لیا۔ اور سب نے کہا ہم نے اقرار کرلیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ رہو، اور میں بھی گواہ ہوں۔ (آل عمران ۸۱)۔

دیکھیے! حضرت انسان کا جسم عنصری پیدا نہیں ہوا کہ اس عالم آب وگل میں جلوہ آراء ہونے سے پہلے ہی ارواح انبیاء کو آمد مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں تلقین کی جارہی ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی عالم ارواح میں بھی نبی ہوتا ہے۔ تو کیا یہی کہنا درست نہ ہوگا ابھی بزم آدمیت سجائی جانی تھی مگر پھر بھی محبوب خدا کا ذکر خیر کیا جارہا تھا، ان کی رسالت وصداقت کا چرچا کیا جارہا تھا۔ نبی آخرالزماں کی ذات قدسیہ پر ایمان لانے اور ان کی امداد کرنے پر گواہیاں لی جارہی تھیں۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ کا ذکر خیر اس عالم آب وگل کا محتاج نہیں یعنی یہ نہ تھا تو ذکر نہ تھا، اور یہ نہ ہوگا تو ذکر نہ ہوگا۔

نہیں! نہیں! ایسا نہیں ہے واللہ جب یہ نہ تھا تو اللہ موجود تھا اور یہ نہ ہوگا تو اللہ موجود ہوگا، آپ ﷺ کا مداح خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ مداح لازوال ہے، تو مدح کیسے زوال پذیر ہوگی؟ آج اگر عشاق رسالت، رسالت مآب ﷺ کی نورانی محفلیں سجاتے ہیں۔ تو یہ وفور بدعت سے مغلوب نہیں بلکہ سنت الٰہی سے معمور ہیں۔ اسی سنت الٰہی پر تمام انبیاء کرام ثابت قدم رہے اور اس آنے والے رسول مصدق کی بشارتیں دیتے رہے، اب وہ رسول مصدق ہمیں نصیب ہوگیا ہے تو ہم کیوں نہ اس کا ذکر خیر کریں اور کیوں نہ اپنی قسمت تاباں کی تابانیوں پر فخر کریں

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضاؔ

ذکر اس کا اپنی عادت کیجئے

دعائے خلیل:

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے انتہائی برگزیدہ پیغمبر تھے۔ آپ نے طاغوتی طاقتوں کا تنہا مقابلہ کیا۔ نمرودی طوفانوں کے آگے اکیلے ڈٹ گئے، ہجرت فرمائی اور حکم خداوندی کے تحت ریگزار عرب میں آکر تعمیر کعبہ میں مصروف ہوگئے۔ تعمیر سے فارغ ہوکر آپ کے لب ہائے نبوت سے یہ دعا نکلی۔

☆......اے ہمارے رب! بنادے ہم کو تابع فرمان اپنا اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی جماعت پیدا کر جو تیری تابع فرمان ہو اور اہمیں عبادت کے طریقے بتادے اور توجہ فرما ہم پر بے شک تو توبہ قبول فرمانیوالا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! بھیج ان میں ایک پیارا رسول انہیں میں سے پڑھ کر سنائے انہیں تیری آتیں، اور انہین پاک کرے اور انہیں کتان وحکمت کی تعلیم دے، بے شک تو ہی بہت زبردست حکمت والا ہے۔ (البقرہ آیت ۱۲۹،۱۲۸)۔

اس دعا پہ حضرت اسمائیل علیہ السلام نے حرف آمین ادا کیا دیکھئے یہاں بھی حضور ﷺ کی ذات قدسیہ کا ذکر موجود ہیمعلوم ہوا کہ خدا کا گھر بھی ذکر مصطفےٰ ﷺ سے آباد ہوا، ہمارے گھر کیسے اس ذکر کے بغیر رونق اندوز ہوسکتے ہیں۔ آپ کی صفات مبارکہ گنوائی جارہی ہے اے اللہ! ایسا رسول جو علم وحکمت کا سرچشمہ بن کر آئے، جو طہارت وپاکیزگی کا مجسمہ ہوکہ جو اس کے دامن رسالت سے تعلق جوڑ لے وہ بھی پاکیزہ ہوجائے۔ یہ برگزیدہ نبی جانتے تھے بلکہ وہ وہی رسول ہے جو پوری دنیا کو کفروشرک کے چنگل سے چھڑانے آئے گا، جو مکمل ضابطہ حیات لے کر رونما ہوگا۔ مشرق ومغرب جس کے فیضاں سے معمور ہونگے۔ شمال وجنوب جس کے انوار سے روشن ہونگے، ارض وسما جس کی رحمت کے طالب ہونگے تو کیوں نہ اس کی تشریف آوری کیلیئے دعا کی جائے کہ وہ

آئے اور حرماں نصیب کائنات کو شاداں و فرحاں کر دے۔

ممکن ہے ابر رحمت یزداں برس پڑے
زلفوں کی چھاؤں ڈال بڑی تیز دھوپ ہے

حضرت کلیم اور عہد الٰہی:

اللہ کریم نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا۔

☆......وہ جو غلامی کریں گے اس اُمی رسول غیب کی خبریں بتانے والے کی جس کا ذکر تورات و انجیل میں لکھا ہوا اپنے پاس پائیں گے، وہ بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال کرے گا اور گندی چیزیں حرام کرے گا اور ان پر جو بوجھ اور گلے کے پھندے تھے وہ اتارے گا، تو وہ جو اس پر ایمان لایں اور اس کی تعظیم کریں، اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا، وہ لوگ ہی بامراد ہونگے۔ (الاعراف، آیت ۱۵۷)

دیکھئے! اللہ کریم کس انداز سے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے سامنے اپنے محبوب کے اوصاف و فضائل، محامد و محاسن اور خصائل و کمالات بیان فرما رہا ہے۔ یہ وہی صفات و اوصاف تھے جن کو اہل یہود کا بچہ بچہ جانتا تھا اور اس نبی آخر الزمان ﷺ کا بڑی بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو اہل یہود نے محض اس بنا پر انکار کر دیا کہ حضور بنی اسرائیل سے نہیں تھے بلکہ بنی اسماعیل سے تھے۔ مگر یہود کا ہر عالم دین سمجھتا تھا حضور ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول مصدق ہیں۔ فرمایا

☆......کیا ان کیلئے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے علما اس کو (برحق) جانتے ہیں۔ (الشعراء آیت ۱۹۷)

نوید مسیحا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اس نجم سحر کی طرح تھے جو پوری دنیا میں اعلان کرتا ہے کہ گھبراؤ نہیں ابھی سپیدہ مہر نمودار ہوا چاہتا ہے۔ ابھی آفتاب جلوہ گر ہوگا اور سب کی جان میں جان آجائے گی، آپ نے قوم بنی اسرائیل سے فرمایا۔

☆......میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تورات کی جو مجھ سے پہلے ہے تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول جو میرے بعد آئے گا، کی بشارت دیتا ہوں، اس کا نام احمد ہوگا، پھر جب ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو بولے یہ تو کھلا جادو ہے۔ (الصّف آیت ۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہود کی طرح نصاریٰ نے بھی انکار کر دیا حالانکہ وہ بھی سمجھتے تھے کہ یہی وہ عظیم المرتبت رسول ہیں، یہی اللہ کے آخری پیغمبر ہیں یہی غم و آلام میں گھرے ہوؤں کا سہارا ہیں اور بے چاروں کے چارہ گر ہیں۔

☆......جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس نبی کو جانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بے شک ان میں ایک فریق والے جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔ (البقرہ آیت ۱۴۶)۔

☆......اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کس طرح ہدایت کرے جو اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور یہ گواہی بھی دے چکے کہ رسول برحق ہے اور ان کے پاس کھلی نشانیاں بھی آگئی ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (آل عمران آیت ۸۶)۔

☆......اور کافر کہتے ہیں تو رسول نہیں، تم فرماؤ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی گواہ ہے۔ (الرعد آیت ۴۳)

یہ زلف بردوش کون آیا؟

اللہ کریم نے اپنے کلام قدیم میں اپنے جلیل القدر اور اولوالعزم انبیاء کرام کی ولادت کا ذکر خیر بڑے اہتمام کے ساتھ فرمایا۔ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا اور، ان کے اوصاف وکمالات کی داستان چھیڑی ہے۔ مگر جب سرکار مرسلاں، راہرو لامکاں ،سلطان قصر دنیٰ ،شہنشاہ ارض وسماء، حضور محمد مصطفےٰ ﷺ پیدا ہوئے، عالم شباب سے گزرے اور مقام رسالت پر فائز المرام ہوئے تو قرآن حکیم نے نازل ہو، کر آپ کے تمام محامد ومحاسن کو اس انداز سے بیان کیا کہ عشق ومحبت کی دنیا جھوم اٹھی، حضور انور ﷺ کے تشریف لانے پہ اعلان کیا جارہا ہے،

☆...... بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائے جنکو تمہارا اس مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی از حد چاہنے والے اور مسلمانوں پر بہت مہربان۔ (التوبہ آیت ۱۲۸)۔

☆...... بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آتیں تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔ (آل عمران آیت ۱۲۴)۔

اس آیت قدسیہ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا تشریف لانا اہل ایمان کیلئے اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ اور احسان جلیل ہے۔ ایک مقام پر فرمایا۔

☆...... ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام بھی ہیں۔ اب قرآن حکیم کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم، لطف واحسان اور نعمت و رحمت ہمارے شامل حال ہو جائے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

رونا پیٹنا چاہئے یا کیف وانبساط کا اظہار کرنا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ کی نوازشات کا

چرچا کرنا چاہئے یا چپ سادھ کر بیٹھ رہنا چاہئے۔

تو قرآن حکیم نے فیصلہ فرمادیا ہے۔

☆...... فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور رحمت کے ساتھ خوشیاں مناؤ (یونس آیت ۵۸)

☆...... اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو (الضحیٰ آیت ۱۱)

جب عام فضل ورحمت اور احسان ونعمت پہ فرحت وخوشی کا اظہار مسرت کرنا

چاہئے تو پھر فضل عظیم، رحمت تمام، احسان جلیل اور نعمت وحید پہ کیوں نہ اظہار کیا جائے؟

اس فضل ورحمت اور احسان ونعمت پہ فرحت وخوشی کا اظہار اہل ایمان کرتے ہیں اور حکم

بھی ان کو ہی ہوا ہے، اہل کفر کبھی اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت اور احسان ونعمت پہ فرحت و

خوشی کا اظہار نہیں کرتے اور نہ کریں گے۔ مزید دیکھیئے! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب عظیم صا

حب رحمت عمیم ﷺ کی آمد پر کیسے کیسے اعلان فرمائے ہیں۔

☆...... ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے خوشخبری دینے اور ڈرسنانے والا کر بنا کر بھیجا مگر

اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے۔ (سبا آیت ۲۸)

☆...... بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور اور روشن کتاب آئی۔

(المائدہ آیت ۱۵) اس آیت میں لفظ نور سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات قدسیہ

ہے۔ اس امر پہ تمام مفسرین عظام نے اتفاق فرمایا ہے۔ صرف محمد بن عمر زمخشری (

التونی ۵۳۸) نے اپنی تفسیر میں جمہور علماء سے اختلاف کیا ہے، یہ مسلک اعتزال کے پیر

و تھے، ان کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے متاخرین میں چند منہ زور مفسرین نے نور مصطفیٰ سے

انکار کیا ہے۔ جن کی جلیل الشان مقدمین ومتاخرین کی ثقہ تفسیروں کے مقابلے میں کوئی

حثیت اور وقعت نہیں۔

☆...... بے شک ہم نے آپ کو حاضر وناظر، خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔ (الاحزاب آیت ۴۵،۴۶)

اس آیت میں سراجاً منیراً کے کلمات نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین تفسیر ہیں اور بتا رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف خود نور نہیں بلکہ دوسروں کو بھی نورانی بنا دیتے ہیں۔

ہاں! ہاں! یہ سراج منیر ہی تو ہیں جس کی ضیا پاشیوں نے دہر کن فکاں کی اک اک چیز کو تابناک کر دیا، جس نے عقل وشعور کو چمکایا، عشق وجنون کو روشن کیا، کفر وشرک، ظلم واستبداد اور فسق وفجور کی تاریک وعمیق غاروں میں رہتے ہوئے انسانوں پر روشنی کے دریچے کھول دیئے۔ وہ طلوع ہوا تو مہر وماہ کشکول تھامے ہوئے نور کی خیرات لینے آ گئے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ عرض کرتے ہیں، یارسول اللہ! بدر کامل بھی آپ سے اکتساب نور کر رہا ہے اور خورشید فلک بھی آپ سے تابندہ دکھائی دیتا ہے۔

ہاں! ہاں! وہی سراج منیر جس کے جلوؤں کے سامنے صدیوں پرانا آتش کدہ راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ محلات قیصر کے برجوں پر جگمگانے والے چراغ بجھ گئے، تاریک پیشانیاں ضوبار ہو گئیں، دلوں میں ظلمتوں کے دبیز پردے چھائے ہوئے تھے، چاک ہو گئے۔ آدمیت کا سرد خانہ کیف زا تمازتوں سے باعث تسکین ہو گیا۔

ہاں! ہاں! وہی سراج منیر! جس کی روپہلی کرنوں نے گل نرگس کے غمناک آنسوؤں کو شب افروز گوہروں میں تبدیل کر دیا، جس کی شعاعوں نے سوئی ہوئی انسانیت کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ جس کی تجلیوں نے خزاں رسیدہ گلزار خلائق کو اجالوں کا گہوارہ بنا دیا، ذرہ ذرہ پکارا، پتہ پتہ چلایا، ڈالی ڈالی جھومی، بوٹا بوٹا بول اٹھا۔

اے ظہور تو شباب زندگی	جلوہ ات تعبیر خواب زندگی
در جہاں شمع حیات افروختی	بندگان را خواجگی آموختی

قرآن حکیم کی خصوصیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱......علوم و معارف

۲......فضائل و محاسن

۳......خصوصیات اور دیگر کتب مذاہب عالم سے تقابلی جائزہ

۴......اغیار کا اعتراف عظمت

...... ۱ ......
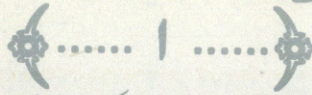
☆......قرآن حکیم اللہ رب العزت کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد پیغمبر اعظم و آخر ﷺ پر نازل فرمائی۔ نزول قرآن کے دوران آپ نے تیرہ سال مکہ مکرمہ اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ (بخاری کتاب التفسیر جلد دوم مطبوعہ لاہور)

قرآن پاک کے علوم و معارف کا احاطہ کرنا کسی کے بھی بس کی بات نہیں یہ وہ بحر بے کنار ہے جس میں موجود علم و حکمت کے جواہر شاداب اہل فکر کو ہر اعتبار سے مالا مال کر دیتے ہیں۔

فخر المتقدمین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متولد ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء متوفی ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۳ء) نے اصول التفسیر کی روشنی میں قرآن پاک کے علوم ومعارف کو پانچ عنوانات میں تقسیم فرمایا ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر الفوز الکبیر فی اصول التفسیر لکھ کر عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔

۱۔ علم مباحثہ:

قرآن پاک نے چار گروہوں کو مخاطب فرمایا، یہود، نصاریٰ، مشرکین، منافقین، اللہ تعالیٰ نے ان گروہوں کے عقائد کا رد بلیغ کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی حقانیت کو روز روشن کی طرح واضح فرمایا، اور اسلام کی دعوت دی۔

۲۔ علم التذکر باللہ:

قرآن پاک نے جملہ مخلوقات کی تخلیق اور ان کے عطا کردہ انعامات کا ذکر بڑے فکر افروز انداز میں کیا اور انسان کو عرفان ربوبیت کی طرف مائل ہونے کی تحریک دلائی۔ قرآن پاک کا ایک ایک حرف عرفان خدا کا سرچشمہ ہے۔

۳۔ علم الاحکام:

دین و دنیا میں جو امور ضروری اور منفعت بخش ہیں ان کو بیان کیا اور حرام و حلال اشیاء کی پہچان کرائی۔ تاکہ انسان اپنی زندگی کا قبلہ درست کر سکے۔

۴۔ علم التذکیر بایام اللہ:

وہ واقعات بیان کیے جن میں تابع فرمان لوگوں کے خصائل اور ان کی اجزاء کا ذکر ہے نیز نافرمانوں کی عادتوں اور ان کے ہولناک نتائج کی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔

۵۔ علم التذکیر بالموت:

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو فنا ہے۔ قرآن پاک نے ابتدائے آفرینش کے احوال

، عالم کے فنا ہونے کے اذکار، حشر ونشر اور جنت ودوزخ کے حالات کا جائزہ لیا۔

قرآن پاک کے ان علوم ومعارف میں حق کے متلاشی کیلئے ہدایت کے ہزاروں سامان ہیں۔ کوئی اس کی طرف آ کر تو دیکھے یہ اس کا دل فہم وفراست کی تابشوں سے بھر دے گا۔ عصر حاضر کے نامور مفسر حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری صاحب کیا خوب لکھتے ہیں۔ ''اس بحر بے کنار میں غواصی کرنے والوں نے غواصی کا حق ادا کیا مگر ہر ایک نے اپنی ہمت کے مطابق انمول موتیوں سے اپنی جھولیاں بھریں لیکن اس کے معارف کے خزینے بھرے کے بھرے ہی رہے، اس کے اسرار ورموز کے گنجینوں میں کمی نہ ہوئی۔ جنہوں نے اس گلستان معنی میں گل چینی کرتے کرتے عمریں گزار دیں۔ انہوں نے بھی یہ تو نہیں، کہا کہ ہم نے سب پھول چن لیئے ہیں، بلکہ سب نے بے تامل اعتراف کیا۔

داماں نگاہ تنگ وگل حسن تو بسیار

گل چین تو از تنگی داماں گلہ دارد

(مقدمہ تفسیر ضیاء القرآن مطبوعہ لاہور)

...... ۲ ......
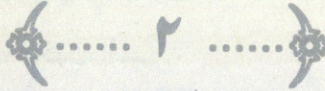
☆ ...... جو فضیلت وبرتری اللہ کو اپنی مخلوق پر ہے وہی فضیلت وبرتری اس کے کلام کو دوسرے کلاموں پر حاصل ہے۔ یہ وہ عظیم المرتبت شہکار ہے جو اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

''کوئی نبی ایسا نہیں مگر جتنے لوگ اس پر ایمان لائے ان کے مطابق ہی اس کو معجزے دیئے گئے۔ اور جو چیز (بطور معجزہ) مجھے دی گئی وہ وحی (قرآن کریم) ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف فرمائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے'' (بخاری کتاب التفسیر جلد دوم)۔

اب اس جلیل القدر معجزے کی عظمت وشوکت ارشادات باری کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے۔ فرمایا!

☆ ......"انه لقرآن کریم"

ترجمہ: بے شک وہ عزت والا قرآن ہے۔ (آیت ۷۶/۷۷)

☆ ......"و انه لکتب عزیز"

ترجمہ: اور بے شک وہ عظمت والی کتاب ہے۔ (آیت ۴۱/۴۱)

☆ ......"بل هو قرآن مجید:"

ترجمہ: بلکہ وہ تو بزرگ قرآن ہے۔ (آیت ۲۱/۸۵)

☆ ......"کتب انزلنا الیک مبٰرک"

ترجمہ: مبارک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل فرمائی (آیت ۳۸/۳۹)

☆ ......"ص والقرآن ذی الذکر"

ترجمہ: نصیحت والے قرآن کی قسم۔ (آیت ۳۸/۱)

☆ ......الر تلک ایت الکتب المبین"

ترجمہ: یہ روشن کتاب کی آتیں ہیں۔ (آیت ۱۲/۱)

ارشادات نبوی ﷺ کی روشنی میں فرمایا!

☆ ......'خیر کم من تعلم القرآن و علمه"

ترجمہ: تم میں بہترین ہے وہ شخص جو خود قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ (بخاری شریف)

☆ ......"ان الذی لیس فی جو فه شی من القرآن کالبیت الخرب"

ترجمہ: بے شک جس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ نہیں وہ سنسان گھر کی طرح ہے۔

(ترمذی شریف)۔

☆......جس نے قرآن پڑھا، اس کو یاد کیا، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔

☆......" ادخله الله الجنة و شفعه فی عشر ة من اهل بیت کلهم قد و جبت له النار"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کی شفاعت اہل خانہ کے دس افراد کے حق میں قبول کرے گا جن کیلئے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔ (ترمذی شریف، ابن ماجہ)۔

☆......" من قرا حرف من کتب الله فله به حسنة و الحسنته بعشر امثالها"

ترجمہ: جس نے قرآن سے ایک حرف پڑھا اس کیلئے ایک نیکی ہے اور نیکی دس گنا تک دی جاتی ہے (ترمذی شریف)۔

☆......قرآن کا ماہر نیکوکار عظمت والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو شخص قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے کہ اس کیلئے پڑھنا مشکل ہے اس کیلئے دوہرا ثواب ہے (بخاری شریف، مسلم شریف)۔

اس مبارک کلام کا ایک ایک حرف رحمتوں کا بیش بہا خزانہ ہے، فضیلتوں کا سرچشمہ ہے۔

......۳......
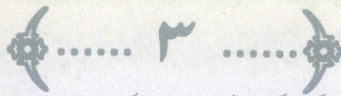
قرآن پاک اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے تمام مذاہب عالم کی کتابوں سے بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ زرتشت کی اوستا، ہندومت کی بھگوت گیتا، کا ذکر کیا، الہامی کتابیں تورات، زبور اور انجیل بھی ایسی خصوصیات واوصاف کی حامل نہیں

جو قرآن پاک کا طرہ امتیاز ہیں

صد جلوہ روبہ رو ہے جو مژگاں اٹھائیے

تغیر وتبدل سے پاک: تورات، زبور اور انجیل کی تصدیق قرآن پاک کے

مقاصد میں شامل ہے یہ کتابیں واقعی انبیاء کرام (حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت دائد علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پر نازل ہوئیں اور اپنی قوم کیلیئے روشنی کا مینار ثابت ہوئیں مگر یہود و نصاری کی چیرہ دستیوں نے ان کی تعلیمات کو قصہ پارینہ بنادیا ہے، کوئی کتاب بھی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں مثلاً ''تورات کے بارے میں تمام عیسائی محققین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ ۱۵۰۰ ق م میں لکھی گئی، پھر ۲۸۴ ق م میں ۷۶ علماء نے اس کا یونانی زبان مین ترجمہ کیا، ان علماء کی شوخی تحریر، نے اس الہامی کتاب کی پانچ کتابیں (پیدائش، خروج، احیاء، گنتی، استثنا) کے نام سے مشہور کردیں، جناب سید ذوقی شاہ کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب سات مرتبہ مختلف صدیوں میں ضائع ہوتی رہی اور دوبارہ اسے لکھا جاتا رہا (کتب سماوی پر ایک نظر) اس کتاب میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو تسلیم کرنے کیلیئے عقل تیار ہے نہ علم اخلاق انبیاء کرام کی تنقیص وتوہین کے زہرہ گداز پہلوؤں نے اس کی تحریف پہ مہر تصدیق ثبت کردی ہے، اکثر مستشرقین بھی اس میں موجود ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گستاخانہ مکالمات، یعقوب علیہ السلام کی خداتعالیٰ سے کشتی کی روداداور انبیاء کی طرف منسوب بدکرداری کی ایمان شکن روایات کی وجہ سے اس کو مشکوک سمجھنے لگے ہیں انسائیکلوپیڈیا برٹانکا میں درج ہے۔

''عرصہ دراز تک کتب مقدسہ کا مطالعہ جرح وتعدیل کے اصولوں سے محروم رہا۔ یہود محض اک عبرانی نسخے کی اطاعت کرتے رہے جو غالباً دوسری صدی عیسوی کے حوالے سے مشہور تھا کہ اس میں جمع کیا گیا ہے اور محفوظ رکھا گیا، لیکن اس نسخہ میں (بھی) چند تحریفیں تو ایسی ہیں جو صاف نظر آتی ہیں اور غالباً ایک کافی تعداد تک ایسی تحریفیں اور بھی موجود ہیں جن کی شاید کبھی پورے طور پر قلعی نہ کھل سکے'' (انسائیکلوپیڈیا مضمون بائبل جلد دوم)

یہی حال انجیل کا ہے، عیسائی محققین کی تحریروں سے ظاہر ہے کہ ۱۵۸ کتابیں ہر

دور میں عیسائیوں کے قریب مقدس و معتبر رہی ہیں (Introduction Biblical Studies مقدمہ علوم بائبل از ہورس (Hours) اب کوئی آکر فیصلہ کرے کہ ان ۱۵۸ کتابوں میں اختلاف کا ہونا لازمی امر ہے ورنہ ان کا الگ الگ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ادھر صدیاں گزر گئیں، وقت کے الٹ پھیر نے زمانے کا مزاج بدل دیا مگر اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب آج بھی اس حالت میں موجود ہے جیسی سرور دوعالم ﷺ کی حیات ظاہری میں موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

☆...... ''انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون''

ترجمہ: ہم نے اس ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ (سورۃ الحجر ۹)

☆......''انا علینا جمعه و قرانه''

ترجمہ: اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ (سورۃ القیمہ ۱۷)

آج تک کوئی انسان اس میں تحریف کرنے کی جرات نہیں کر سکا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

☆......''یا تیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه تنزیل من حکیم حمید''

ترجمہ: اس میں باطل نہ آگے سے آتا ہے اور نہ پیچھے سے یہ حکمت والے تعریف والے (رب) کا اترا ہوا ہے۔ (آیت ۴۱،۴۳)۔

آج تک کوئی بڑے سے بڑا دانشور اس کی آیات مقدسہ میں اختلاف ثابت نہیں کر سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ وحدہ لاشریک کا کلام ہے، تورات وانجیل پر اہل ہوس نے طبع آزمائی کی اور ان کی آیات میں دوریوں کی اتنی چوڑی اور گہری خلیج پیدا کر دی کہ اس کو عبور کرنا کسی کے طائر تصور کے بس میں بھی نہیں، قرآن پاک اول تا آخر ربط و نسبت کا عظیم نمونہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆......"لم یعجل له عوجا"

ترجمہ: اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ (آیت ۱۸،۱)

☆......"و ما کان هذاالقرآن ان یفتری من دو ن الله"

ترجمہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ خدا کے سوا گھڑ لیا جائے۔ (آیت ۱۰، ۷، ۳)۔

☆......تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بے شک بہت سا اختلاف پاتے۔ (آیت ۴، ۸۲)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو بار بار چیلنج کیا ہے کہ اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ مگر صدیاں بیت گئیں ابھی تک کوئی بھی چیلنج کا جواب نہیں دے سکا، اور نہ دے سکتا ہے، یہی بات اس کے تغیر و تبدل سے پاک اور بے مثل ہونے کی دلیل قطعی ہے۔

عالمگیر کتاب:

تورات اور انجیل محدود وقت کیلئے راہنمائی کا ذریعہ تھیں، مخصوص قوموں کی بہتری کا سامان تھیں جب کہ قرآن پاک تمام بنی نوع انسان کیلئے ہدایت کا پیغام لے کر آیا اور ارشاد باری تعالیٰ ہے!

☆......"و ما هو الا ذکر للعلمین"

ترجمہ: اور وہ تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے۔ (آیت ۶۸، ۵۲)

☆......اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آ چکی ہے اور اس کی شفا بھی جو سینوں میں ہے۔ (آیت ۲۰، ۵۵)

قرآن پاک اگرچہ عربی زبان میں نازل ہوا لیکن یہ اس کا حسن اعجاز ہے کہ اس کے مضامین سے یورپ، امریکہ، افریقہ، ایشیاء جیسے دور دراز کے علاقوں کے لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں، کیونکہ اللہ تو تمام کا خلاق واحد ہے۔ اور قرآن نے اس کی عبادت کی

تلقین فرمائی۔ یہ تمام لوگوں کو رنگ ونسل، زبان ولباس کی حدود سے نکال کر توحید کا ذوق سلیم عطا کرتا ہے، ویسے بھی اس کے مشہور زبان میں ترجمے اس کی اصل عبارت کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں، تفسیریں لکھی جا چکی ہیں کہ اس کا فیض چار دانگ عالم میں پھیل جائے۔

جامع کتاب:

توراۃ میں تصور الہٰ کو صرف بنی اسرائیل تک محدود کر دیا گیا یعنی، بنی اسرائیل کا خدا جب کہ قرآن نے ''رب العالمین'' کا لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی مطلق العنانیت کو ثابت کیا ہے پھر توراۃ اور دیگر کتابیں ''یک فنی'' ہیں۔ توراۃ میں اخبار و احکام ہیں۔ زبور میں مناجات اور انجیل میں وعظ ونصیحت، ان کے برعکس قرآن پاک اخبار واحکام، مناجات وتسبیحات، مواعظ ونصائح تک ہی بس نہیں بلکہ اور بھی بہت سے موضوعات پر محیط ہے اللہ کریم نے اس کی جامعیت کو اس طرح واضح فرمایا ہے۔

☆ ......''و نزلنا علیک الکتب تبیا ناً لکل شی''

ترجمہ: اور ہم نے تم پر وہ کتاب نازل فرمائی (جس میں) ہر چیز کا بیان ہے۔ (آیت ۸۹،۱۶)

☆ ......''ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین''

ترجمہ: روشن کتاب میں ہر خشک وتر کا ذکر ہے۔

ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شی

تفصیل جس میں ماعبر، ماغبر کی ہے

دنیا و آخرت کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے آئینے میں روشن نہ ہو، یہ کتاب زندگی کے کسی پہلو کو پیاسا نہیں چھوڑتی۔ کوئی گوشہ ناتمام نہیں رکھتی۔

سرچشمہ ہدایت:

سابقہ کتابیں اپنے پیغمبروں کے دور میں یقیناً ہدایت کا چراغ تھیں، قرآن پاک بھی انہیں نور، ہدایت اور رحمت کے القاب سے یاد کرتا ہے بعد میں چونکہ یہ یہود و نصاریٰ کے دست جفا کا نشانہ بنی رہیں اس لئے ان کا نور، ہدایت اور رحمت کائنات سے اٹھ گئی، اب صرف ان کے نام پر صیہونیت وعیسائیت کے مذموم نظریات کی تبلیغ کی جارہی ہے قرآن پاک کو دیکھا جائے تو تمام نسل انسانی کیلئے سرچشمہ ہدایت نظر آتا ہے۔

☆......"فقد جاء کم بینة من ربکم و هدی ور حمة"

ترجمہ: سو بے شک تمہارے پاس رب کی طرف سے کھلی دلیل ہدایت اور رحمت آچکی ہے۔(آیت ۶، ۱۵۸)

☆......"هذا بصائر للناس و هدی ورحمته لقوم یوقنون"

ترجمہ: یہ لوگوں کیلئے غور وفکر کی باتیں ہیں اور اہل یقین کیلئے ہدایت ورحمت۔ (آیت ۴۵، ۲۰)۔

قرآن پاک، نور ہے، رحمت ہے، شفا ہے، امام ہے، برھان ہے، فرقان ہے جبل متین ہے صراط مستقیم ہے، کتاب مبین ہے، اس کو چھوڑ کر کوئی بھی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

کلام اثر انگیز:

جوں جوں قرآن کی تلاوت کی جائے، بار بار کی جائے، اس کی تاثیر میں کمی واقع نہیں ہوتی، بلکہ دوچند ہو جاتی ہے۔ دل کا آبگینہ صاف ہو جاتا ہے، آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

☆......"الله نزل احسن الحدیث کتا با متشا بها مثا نی تقشعر منه جلود

الذین یخشون ربھم"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سب سے عمدہ بات اتاری ہے یکساں کتاب، بار بار پڑھی جا نے والی جس (کے پڑھنے) سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں (آیت ۲۳،۳۹)

☆......اے محبوب فرمادیجئے تم اس پر ایمان لاؤ، بے شک اس سے پہلے جنہیں علم عطا کیا گیا جب ہمارا قرآن ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا۔ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں وہ ان کی فروتنی میں اور اضافہ کرتا ہے۔ (آیت ۱۷، ۱۰۷)

اس کی تاثیر کا کمال ہے کہ یہ اگر پہاڑوں نازل کیا جاتا تو وہ بھی خوف الٰہی سے دب اور پھٹ جاتے۔

حسن فصاحت:

یہ کلام فصیح اور بیان بلیغ ہے اس کے مختصر پیرائے میں معانی کا جہان آباد ہے، تورات، زبور اور انجیل بے شمار مخرف عبارتوں کی وجہ سے اپنا حسن فصاحت کھو چکی ہیں جب کہ قرآن پاک کے اک اک حرف سے یہ اعجاز جھلکتا ہوا نظر آتا ہے، اس کی بلاغت وفصاحت کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اسے حفظ کر لیتے ہیں، اس فصاحت و بلاغت کا ذکر شیخ طنطاوی جوہری نے یوں کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے استاد فنکل (ایک مستشرق) کے ساتھ مل کر (جہنم بہت وسیع ہے) کا مفہوم عربی کے بیس جملوں میں ادا کیا، جب قرآن پاک کے جملے سے ان بیس جملوں کا تقابلی موازنہ کیا تو فنکل کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا، وہ اس کی بلاغت دیکھ کر حیران رہ گئے، میں نے کہا ہم

قرآن کے مقابلے میں بچے ہیں تو انہوں نے اعتراف کیا، آپ نے سچ کہا بالکل سچ، میں دل سے اقرار کرتا ہوں۔

(الجواہر فی تفسیر القرآن ص ۱۱۱)۔

مہذب انداز بیان:

یہودی اور عیسائی قومیں انتہائی متعصب سوچ کی مالک ہیں، اپنے علاوہ کسی اور کا وجود انہیں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے اور ان کی اس تنگ نظری کے ''زاویے'' تورات، زبور اور انجیل کی موجودہ عبارتوں میں نظر آتے ہیں۔ مثلاً انجیل متی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ایک قول منسوب کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے انجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو بیٹے کہا جب کہ دیگر اقوام عالم کو کتے کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ مناسب نہیں جو بیٹوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈال دیں۔ (متی باب ۱)

قرآن پاک کا انداز بیان مخالفین کے بارے میں ایسا جارحانہ نہیں ہے۔ یہ جنت کو اہل یہود و نصاریٰ کی طرح صرف بنی اسرائیل کی جائیداد قرار نہیں دیتا بلکہ نسل آدمیت کا کوئی بھی فرد صاحب ایمان ہو کر اس کو حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن پاک نے انسان کے فطری تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا، نفرت و محبت کو سامنے رکھ کر اصول و ضوابط تشکیل دیے ہیں۔ جو ہر منصف مزاج کیلیے قابل عمل ہیں۔

ان موجودہ کتابوں میں محبوب خدا کا ذکر خیر یہودیوں اور عیسائیوں نے نکالنے کی پوری پوری جسارت کی ہے (جو اصل کتابوں میں موجود تھا) جب کہ قرآن پاک نے سابقہ انبیاء کرام کی عظمتوں اور سطوتوں کو بڑے اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن پاک کے مطابق ان انبیاء کرام کی شان و شوکت کا اقرار کرنا ان کی نبوت و رسالت کی گواہی دینا ایمان کی ضروری شق ہے۔ اس طرح یہ موجودہ کتابیں تعصب کی علمبردار لگتی ہیں

قرآن پاک نے یہودیوں اور عیسائیوں کے کرتوت واضح کیے ہیں اور سلیقے سے انہیں دعوت حق کی طرف مائل ہونے کو کہا ہے۔قرآن پاک اپنے ماننے والوں کو بھی تبلیغ میں متشدد انداز اپنانے کی اجازت نہیں دیتا۔وہ کہتا ہے ان کو بلاؤ اپنے رب کی طرف حکمت کے ساتھ اور نصیحت کے ساتھ اگر ان کے ساتھ مجادلہ بھی پڑے تو اچھے طریقے سے کرو۔قرآن پاک نے میدان جہاد میں بھی مسلمانوں کو ناشائستہ حرکتیں کرنے سے منع کیا ہے جن سے انسانیت کی تذلیل ہوتی ہے۔ادھر تورات وانجیل کا موجودہ فلسفہ جہاد پڑھا جائے تو سراسر وحشت وبربریت کا محرک دکھائی دیتا ہے۔

توحید کی دستاویز:

تمام انبیاء کرام نے اس دنیائے فانی میں آکر لوگوں کو توحید کا درس دیا (ایک خدا کے سامنے جھکنے کی تبلیغ کی ان کی کتابیں، ان کے صحیفے توحید باری تعالیٰ کے پیامبر تھے ظالموں نے ان کی تعلیمات کو مسخ کر کے شرک وکفر کا شرم ناک راستہ اختیار کرلیا ۔ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ،انجیل یوحنا میں یونانی فلسفے کی عکاسی کی گئی ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ''الوہیت'' کو پورے زور سے ثابت کیا ہے (معاذ اللہ) اس میں آپ کو خدا کا بیٹا اور قدیم خدا کا مجسمہ وغیرہ کہا گیا ہے۔

نظریہ توحید انسان کی امنگوں کا ترجمان ہے، انسان کی منزل مراد ہے، اس اہم ترین نظریے کو ان لوگوں نے مٹانے کی پوری کوشش کی جب کہ قرآن پاک نے اس کو اجاگر کیا ہے۔اسی طرح شان رسالت کے بارے میں ان کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کو دور کیا ہے، افسوس انہوں نے تصور آخرت کو بھی دھندلا کر دیا لیکن قرآن پاک ہی آخرت کا صحیح تصور پیش کرتا ہے۔

الحاصل قرآن پاک اپنی ان عظیم خصوصیات کی بنا پر ساری کائنات کی راہنمائی کا وسیلہ ہے، دیگر مذاہب کی نامکمل، محرف اور مبدل کتابیں اس کی ہمہ گیر تعلیمات کے مقابلے میں کچھ نہیں ان کے علاوہ اور بھی بے شمار خصوصیات ہیں جو میری تنگی علم وفکر کی وجہ سے احاطہ تحریر میں نہیں آسکیں اقبال نے کہا ہے۔

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لایزال است وقدیم
نوع انسان را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمین
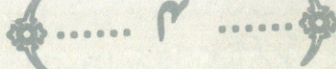
☆ ...... قرآن پاک کی عظمت وشوکت کو حقیقت پسند غیر مسلم مفکرین نے بھی تسلیم کیا ہے، جرمن کا مشہور مفکر نولڈ یکے لکھتا ہے۔ ''یورپ کے جن مولفین نے بہت تگ ودو سے کام لیا ہے تحریف قرآن ثابت کریں وہ اپنی اس جدوجہد میں بری طرح ناکام رہے ہیں''

(انسائیکلو پیڈیا بٹانیکا)

☆ ...... ہندوستان میں انگریزی دور کا ایک گورنر سر ولیم میور لکھتا ہے۔

''ہم یہ حقیقت یقین واثق سے کہتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت اور ہر سورت زمانہ پیغمبر سے لے کر آج تک مکمل۔ اصلی اور غیر محرف شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اس میں کسی قسم کا تغیر رونما نہیں ہوا'' (دیباچہ لائف آف محمد ۲۶)

☆ ...... ''مجھے وثوق ہے کہ قرآن کے سوا دنیا کی اور کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا مرکزی خیال ۱۳۰۰ سال سے ہر قسم کی تحریف سے مبرا رہا ہو''

☆ ...... ''مختصر یہ کہ یہ قرآن کریم کا نسخہ (جو حضرت عثمان غنی نے جمع کیا) آج تک قائم دائم ہے اس کی حفاظت وضیافت کیلئے اتنا اہتمام کیا گیا ہے کہ دنیا میں آج جتنے نسخے پائے

جاتے ہیں ان میں سر مو فرق نہیں ہے شہادت عثمانی کے بعد مسلمانوں کی وحدت کا شیرازہ بکھر گیا، جس کے اثرات آج تک پائے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود مختلف فرقے (بھی) قرآن کریم کے بارے میں متفق رہے" (لائف آف محمد)

☆...... پادری ریورنڈ ایم راڈویل اپنے ترجمہ قرآن میں لکھتا ہے۔ "قرآن نے جس طور پر خدا کی وحدانیت، ربوبیت، قدرت مطلقہ اور عالم غیب ہونے کو بیان کیا ہے اس کیلئے وہ نہایت تعریف کا حقدار ہے۔ اور یہ ماننا ضروری ہو جاتا ہے کہ قرآن کو خدائے واحد پر پر جوش اور گہرا یقین ہے اس میں اعلیٰ درجے کی عمیق صداقت موجزن ہے۔

☆...... مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتا ہے۔ "قرآن پاک آسان اور عام مذہبی قانون ہے اس میں زندگی کی اصلاح کیلئے سب کچھ موجود ہے اس کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ یہ دل کش انداز میں دعوت فکر دیتا ہے تاریخ گواہ ہے کہ اس کے پیرو کار روحانی و دنیاوی لحاظ سے کامیاب ترین انسان ہوتے ہیں ہم انصاف سے کہہ سکتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی دستور العمل انسان کو نیکی کی ترغیب دینے اور برائیوں سے بچانے کیلئے راہنما نہیں ہو سکتا۔ (دی گریٹ ٹیچر)

☆...... مشہور مورخ گبن لکھتا ہے۔

بحر اطلانٹک سے لے کر گنگا تک تسلیم کر لیا گیا ہے کہ قرآن ایک اساسی دستور ہے۔ یہ شریعت ہے جو اس عظیم فہم و فراست اور قانونی طور پر مرتب ہوئی ہے کہ جس کی دنیا میں مثال نہیں مل سکتی (سلطنت روما کا زوال جلد ۵ باب ۵۰)

☆...... مشہور فرانسیسی ڈاکٹر مورلیس ایک مترجم قرآن "سالمان ایناش" کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

☆...... "قرآن کیا ہے؟ وہ عظیم الشان بلاغت ہے وہ عظیم الشان فضیلت ہے جس پر چا

لیس کروڑ انسان فخر کر رہے ہیں مقاصد کی خوبی اور خوش اسلوبی کے لحاظ سے یہ کتاب آسمانی کتابوں سے برتر ہے۔ قرآن علماء کیلئے ایک علمی کتاب، اہل لغات کیلئے ذخیرہ لغات، شعرا کیلئے مجموعہ عروض اور قوانین کا ایک عام انسائیکلو پیڈیا ہے تمام آسمانی کتابوں (حضرت داود علیہ السلام تا جان تالموس) میں سے کسی ایک نے بھی اس کی ایک چھوٹی سی سورت کا مقابلہ بھی نہیں کیا''

نوٹ؛ آخری چار اقتباسات ''فیض الاسلام راولپنڈی'' کے قرآن کریم نمبر ۱۹۶۸ء کے ایک مضمون ''قرآن بہ نظر اغیار'' سے لئے گئے ہیں۔

حرف آخریں:

زیر نظر مضمون میں اس عاجز نے اس کتاب لم یزل کے چند ایک گوشوں پر بحث کی، اس کے فضائل ومحاسن کو کما حقہ میں ہی کیا کوئی بھی نہیں لکھ سکتا ارشاد باری تعالیٰ ہے اگر یہ سمندر رب کے کلمات لکھنے کیلئے سیاہی ہو جائے تو یہ ختم ہو سکتا ہے مگر رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے'' یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ اس نے جملہ علوم ومعارف اپنے اندر سمو لئے ہیں۔ اس کی شان جلالت کو اپنوں نے ہی نہیں بیگانوں نے بھی تسلیم کیا ہے، ضرورت ہے اس کے اصولوں پر عمل کرنے کی جب تک مسلمان قرآن پاک کے دامن سے وابستہ تھے، سمندر پر قابض تھے۔ صحراؤں چھائے ہوئے تھے۔ پہاڑوں کو روندتے تھے۔ فضاؤں کو چیرتے تھے۔

جب سے انہوں نے قرآن پاک سے عملی تعلق توڑ لیا اور مغربی نظریات حیات کی طرف بھاگنے لگے شکست وریخت کا شکار ہو گئے اقبالؔ جواب شکوہ میں اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں۔

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے

تم مسلماں ہو یہ انداز مسلمانی ہے

حیدری فقر ہے نے دولت عثمانی ہے

تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے.

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر (بانگ درا)

آج بھی ہواؤں کا رخ بدل سکتا ہے۔ ناکامی کی سیاہیاں ڈھل سکتی ہیں اور میدانوں کے فاصلے سمٹ سکتے ہیں۔

قسمت کا ستارہ چمک سکتا ہے۔ منزلیں قدموں میں آسکتی ہیں صرف قرآن پاک کو اپنا راہنما ماننا ہوگا قرآن کے بتائے ہوئے ضابطہ حیات پر عمل کرنا ہوگا، قرآن پاک کے اصولوں کو اپنانا ہوگا بقول اقبال

گر تو می خواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بقرآں زیستن

صوفی پشمینہ پوش وحال مست

از شراب نغمہ قوال مست

آتش از شعر عراقی در دِلش

درنمے سازو بقرآں محفلش

واعظ دستان زن افسانہ بند

معنی او پست و حرف او بلند

از تلاوت برتو حق دارد کتاب

تو ازو کامے کہ می خواہی بیاب

ترجمہ: قرآن کے بغیر مسلمانوں کی زندگی ناممکن ہے ہمارے صوفیاء خام، قوالوں کے شعر سن کر خوش ہوتے ہیں مگر قرآن سے تعلق نہیں رکھتے۔ واعظ افسانہ گو تو ہیں کام کی بات نہیں کرتے قرآن پڑھو جو چاہو گے مل جائے گا۔

وما علینا الا البلغ المبین

نعت رسول مقبول ﷺ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

ملک کونین میں انبیاء تاجدار تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

کلام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی

اپیل

اہالیانِ شمالی لاہور سے اپیل
ہے کہ عقیدہ کی درستی اور
مسلک کی حفاظت کی
خاطر اپنے بچوں کو مدرسہ
"ضیاء الاسلام"
میں تعلیم دلوائیں۔ نیز
تمام اہلِ سنت سے عموماً
اور رضا اکیڈمی کے
اراکین و علاقہ کے
اہلِ سنت سے خصوصاً
گزارش ہے کہ مدرسہ
"ضیاء الاسلام"
اور رضا ڈسپنسری کی مالی
معاونت فرمائیں

مدرسہ ضیاءُ الاسلام

و
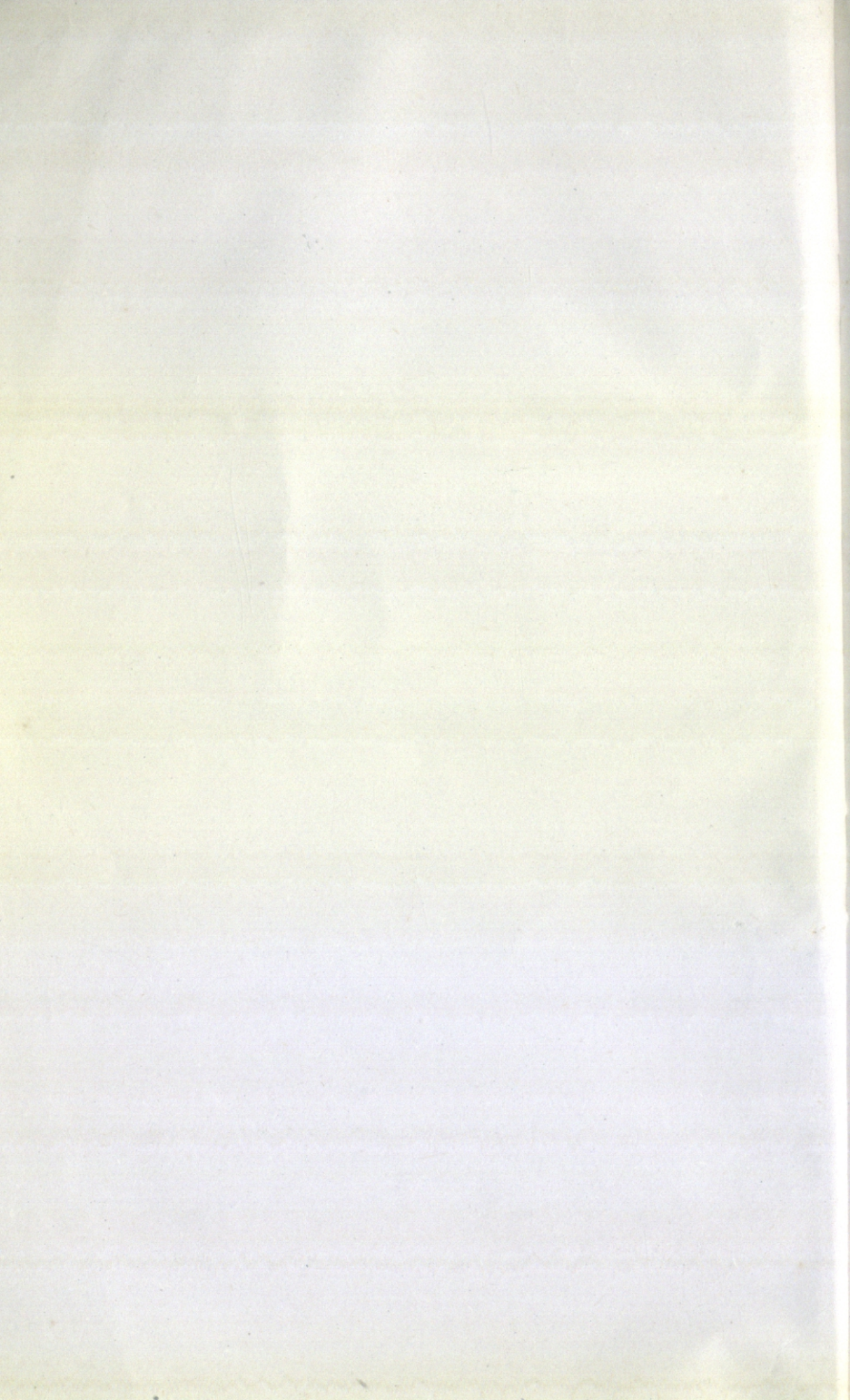
رضا فری ڈسپنسری

مسجد رضا، محمدی سٹریٹ، محبوب روڈ، چوک رضا
چاہ میراں، لاہور۔ ۳۹

نوٹ

بیرونی حضرات قربانی کی کھالیں
فروخت کر کے رقم بذریعہ منی
آرڈر درج ذیل پتے پر روانہ فرمائیں

مینجر رضا اکیڈمی مسجد رضا، محبوب روڈ
چاہ میراں لاہور

المشتہر

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور